تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ　　لاہور

ندائے خلافت

بانی : اقتدار احمد مرحوم　　۲۲/ اکتوبر ۱۹۹۷ء　　مدیر : حافظ عاکف سعید

دین اسلام کا طرۂ امتیاز!

حضرت محمد ﷺ جو دین لے کر آئے اس میں کلیتاً ترک دنیا کی گنجائش ہے اور نہ لہو و لعب ہی مقصود حیات ہیں۔ دین اسلام وحی الٰہی پر مبنی نظام حیات ہے جو دنیا اور آخرت دونوں پر محیط ہے۔ سابقہ ادیان میں موجود خود ساختہ روحانیت اسلام کے لئے ہرگز قابل قبول نہ تھی چنانچہ دین و دنیا' عبادات و معاملات اور دینی و دنیوی امور و معاملات میں حسین امتزاج اور توازن پیدا کیا گیا۔ اسلام کو ادیان عالم پر جو فوقیت حاصل ہے' اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ دین انسان کی جملہ خداداد صلاحیتوں کی من کل الوجوہ پرورش و تکمیل کرتا ہے۔ یہ انسانوں کے اذہان و قلوب کو دینی و روحانی اقدار سے سرشار کرتا ہے اور ان کے اجسام و ابدان کو پاکیزہ رزق سے سیراب کرتا ہے۔

یہ دین انسان کی اندرونی دنیا کو منور کرتا ہے اور اس کی بیرونی دنیا حسین و جمیل بناتا ہے۔ یہ انسان کو دنیا سے فرار کی بجائے اس میں قرار کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ مظاہر فطرت کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی بجائے اسے کائنات کی تسخیر کا سبق دیتا ہے۔ یہ ظلم کی جگہ عدل' منافقت کی جگہ صداقت' ضعف کی جگہ قوت' جہالت کی جگہ علم' ویرانی کی جگہ آبادی' یبوست کی جگہ تازگی' تعصب کی جگہ توازن' تشدد کی جگہ اعتدال پیدا کر کے انسان کو حقیقی انسان بناتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرار و ترک دنیا کی حامل روحانیت کی جگہ انسانیت کو جہاد و جہد حیات کی حامل روحانیت سے روشناس فرمایا۔ بندہ مومن ذاتی اغراض' نفسانی خواہشات اور سفلی جذبات کو قابو میں لانے کی جدوجہد میں مصروف ہو یا دنیا سے ظلم و استبداد اور کفر و الحاد کے خاتمے کے لئے میدان کارزار میں تیغ و سناں کے ساتھ جرات و شجاعت کے جوہر دکھا رہا ہو' وہ دونوں صورتوں میں روحانیت کی منازل طے کر رہا ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے تابع جہد حیات اور جہاد سیف و قلم میں بھرپور شرکت اور لطف اندوزی دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضور ﷺ کی پوری حیات طیبہ اسی روحانیت کا عملی نمونہ اور آپ کا اسوۂ حسنہ اسی کی تابندہ تصویر ہے۔

(اقتباس از "اسلام میں روحانیت کا تصور"۔ ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ مرحوم کے ایک مقالے سے اقتباس)

شمارہ : ۳۵　　قیمت : ۲ روپے

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار　　لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تحریک خلافت پاکستان کا ترجمان

ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

بانی : اقتدار احمد مرحوم　　۲۲/ اکتوبر ۱۹۹۷ء　　مدیر : حافظ عاکف سعید

دین اسلام کا طرۂ امتیاز!

حضرت محمد ﷺ جو دین لے کر آئے اس میں کلیتاً ترک دنیا کی گنجائش ہے اور نہ لہو و لعب ہی مقصود حیات ہیں۔ دین اسلام وحی الٰہی پر مبنی نظام حیات ہے جو دنیا اور آخرت دونوں پر محیط ہے۔ سابقہ ادیان میں موجود خود ساختہ روحانیت اسلام کے لئے ہرگز قابل قبول نہ تھی چنانچہ دین و دنیا' عبادات و معاملات اور دینی و دنیوی امور و معاملات میں حسین امتزاج اور توازن پیدا کیا گیا۔ اسلام کو ادیان عالم پر جو فوقیت حاصل ہے' اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ یہ دین انسان کی جملہ خداداد صلاحیتوں کی من کل الوجوہ پرورش و تکمیل کرتا ہے۔ یہ انسانوں کے اذہان و قلوب کو دینی و روحانی اقدار سے سرشار کرتا ہے اور ان کے اجسام و ابدان کو پاکیزہ رزق سے سیراب کرتا ہے۔

یہ دین انسان کی اندرونی دنیا کو منور کرتا ہے اور اس کی بیرونی دنیا حسین و جمیل بناتا ہے۔ یہ انسان کو دنیا سے فرار کی بجائے اس میں قرار کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ مظاہر فطرت کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی بجائے اسے کائنات کی تسخیر کا سبق دیتا ہے۔ یہ ظلم کی جگہ عدل' منافقت کی جگہ صداقت' ضعف کی جگہ قوت' جہالت کی جگہ علم' ویرانی کی جگہ آبادی' پژمردگی کی جگہ تازگی' تعصب کی جگہ توازن' تشدد کی جگہ اعتدال پیدا کر کے انسان کو حقیقی انسان بناتا ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرار و ترک دنیا کی حامل روحانیت کی جگہ انسانیت کو جہاد و جدِ حیات کی حامل روحانیت سے روشناس فرمایا۔ بندہ مومن ذاتی اغراض' نفسانی خواہشات اور سفلی جذبات کو قابو میں لانے کی جدوجہد میں مصروف ہو یا دنیا سے ظلم و استبداد اور کفر و الحاد کے خاتمے کے لئے میدان کارزار میں تیغ و سناں کے ساتھ جرأت و شجاعت کے جوہر دکھا رہا ہو' وہ دونوں صورتوں میں روحانیت کی منازل طے کر رہا ہوتا ہے۔ اسلامی تعلیمات کے تابع جدِ حیات اور جہاد سیف و قلم میں بھرپور شرکت اور لطف اندوزی دین اسلام کا طرۂ امتیاز ہے۔ حضور ﷺ کی پوری حیات طیبہ اسی روحانیت کا عملی نمونہ اور آپ کا اسوۂ حسنہ اسی کی تابندہ تصویر ہے۔

(اقتباس از "اسلام میں روحانیت کا تصور"۔ (ڈاکٹر محمد یوسف گورایہ مرحوم کے ایک مقالے سے اقتباس)

شمارہ : ۳۵　　قیمت : ۲ روپے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

عاکف سعید

پنجاب اسمبلی کی ایک قرارداد

آج کے قومی اخبارات میں شائع ہونے والی یہ خبر نہایت خوش آئند ہے کہ پنجاب اسمبلی نے متفقہ طور پر ایک قرارداد منظور کی ہے جس میں وفاقی حکومت سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ ملکی قوانین کو قرآن و سنت میں دیئے گئے اسلامی احکامات کے سانچے میں ڈھالے۔ قرارداد میں اس امر پر بھی زور دیا گیا ہے کہ کوئی ایسا قانون نہ بنایا جائے جو اسلامی احکامات کے خلاف ہو۔ اخباری اطلاع کے مطابق رکن پنجاب اسمبلی ظفر اقبال ملک کی پیش کردہ اس قرارداد میں یہ مطالبہ بھی کیا گیا کہ آئین کے آرٹیکل 227(ا) میں قرارداد کی روشنی میں ترمیم کی جائے۔

پنجاب اسمبلی کی یہ قرارداد درحقیقت تنظیم اسلامی کی تکمیل دستور خلافت مہم ہی کی صدائے بازگشت کی حیثیت رکھتی ہے۔ قرارداد کے محرک اور مجوز ظفر اقبال ملک صاحب اس مہم سے متاثر ہو کر امیر تنظیم اسلامی سے ملاقات کے لئے قرآن اکیڈمی تشریف لائے تھے اور انہوں نے اس ضمن میں نیک جذبات کا اظہار کرتے ہوئے بھرپور تعاون کی یقین دہانی کرائی تھی۔ انہی کی کاوش کے نتیجے میں یہ قرارداد صوبائی اسمبلی میں متفقہ طور پر منظور ہوئی۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء —— یہ بات اپنی جگہ اگرچہ نہایت خوش آئند اور حوصلہ افزا ہے اور پنجاب اسمبلی کے معزز ارکان اس کار خیر پر بجا طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں' لیکن یہ امرواقعہ ہے کہ محض صوبائی اسمبلی کی سطح پر اس قرارداد کا منظور کر لیا جانا کچھ زیادہ موثر اور نتیجہ خیز ثابت نہیں ہو سکتا اس لئے کہ "خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق" کے مصداق جب تک قومی اسمبلی اس قرارداد کے حوالے سے آئین میں ضروری ترمیم کا بل پاس نہیں کرتی عملاً اس معاملے میں کوئی پیش رفت نہیں ہو سکتی۔ گویا اب گیند پورے طور پر وزیر اعظم کے کورٹ میں ہے۔ امیر تنظیم اسلامی تو اس سے قبل وزیر اعظم پاکستان کو یہ سمجھانے کی اپنی جانب سے ہر ممکن سعی کر ہی چکے تھے کہ ؎ "یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے' ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات" اب پنجاب اسمبلی کی جانب سے بھی اس قرارداد کی صورت میں اخلاقی دباؤ ان پر پڑا ہے۔ ممکن ہے کہ "رموز مملکت خویش خسرواں دانند" کے مصداق اس معاملے کو تاخیر و تعویق میں ڈالنا ہی ان کے نزدیک مصلحت آمیزی اور عاقبت کوشی کا تقاضا ہو لیکن انہیں یہ جان لینا چاہئے کہ اگر آئین میں مذکورہ ترمیم کے ذریعے وہ سافٹ انقلاب کا راستہ اختیار نہیں کرتے اور قرآن و سنت کی بالادستی کا نظام قائم کر کے اگر وہ اللہ کی مدد اور نصرت حاصل نہیں کرتے تو خواہ وہ لاکھ سر پٹخ لیں ملکی ترقی و استحکام کے لئے کی جانے والی ان کی تمام کوششیں اکارت جائیں گی اور قومی وقار کی بحالی کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے چنگل سے نکلنے کے عزم کا اظہار انہوں نے اس سال کے اوائل میں زمام اقتدار سنبھالتے وقت نہایت شدومد سے کیا تھا۔ "قرض اتارو ملک سنوارو" کا نعرہ بھی انہوں نے نہایت بلند آہنگ سے لگایا تھا۔ یہ سب کچھ نقش بر آب ثابت ہوا۔ خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا' جو سنا افسانہ تھا! —— ہم آج بھی اسی تنخواہ پر کام کر رہے ہیں جس پر بے نظیر بھٹو کے دور حکومت میں کر رہے تھے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک نامی خون آشام عالمی مالیاتی درندے بدستور ہم پر مسلط ہیں۔ ان کے "احکامات" سے سرتابی ہماری معاشی موت پر منتج ہو سکتی ہے —— اتنا بھاری مینڈیٹ ملنے کے باوجود مسلم لیگی حکومت تاحال کالا باغ ڈیم کے مسئلے پر قوم کو متحد کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکی حالانکہ یہ تلخ حقیقت اب ایک نوشتہ دیوار بن کر سامنے آ چکی ہے کہ کالا باغ ڈیم کی تعمیر میں مزید تاخیر قومی سطح پر اقتصادی خودکشی کے مترادف ہے۔ —— لیکن اسے کیا کہا جائے کہ ہم ہر نقصان گوارا کرنے کے لئے تیار ہیں' عالمی مالیاتی اداروں کی سولی چڑھنے کے لئے آمادہ ہیں لیکن اللہ اور اس کے دین سے وفاداری کا عملی اظہار یعنی دستوری سطح پر قرآن و سنت کی غیر مشروط بالادستی ہمیں کسی صورت گوارا نہیں!! —— ناطقہ سربگریباں ہے اسے کیا کہئے!

قوم کے تمام بہی خواہوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہئے کہ پاکستان کی تقدیر اسلام کے ساتھ وابستہ ہے —— اور بالآخر پاکستان' ان شاء اللہ' اسلام کا گہوارہ بن کر رہے گا۔ خواہ پاکستانی قوم پر اس کی بداعمالیوں کی پاداش میں کئی دور فلک ابھی آنے والے ہوں اور عذاب الٰہی کے کئی کوڑے ابھی ان کی پیٹھ پر برسنا باقی ہوں۔ سافٹ انقلاب کا راستہ اگر نہ اپنایا گیا تو "ہارڈ" انقلاب کے ذریعے بالآخر اسلام یہاں غالب ہو گا۔ پھر اس وقت یہاں تخت گرائے جائیں گے اور تاج اچھالے جائیں گے۔ اور الفاظ قرآنی "ویکون الدین کلہ للہ" ایک مجسم حقیقت بن کر اپنی تابناکی سے چشم عالم کو خیرہ کر رہے ہوں گے۔

پریس ریلیز

پنجاب اسمبلی کی قرارداد پر امیر تنظیم اسلامی کا خیر مقدمی بیان

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد نے پنجاب اسمبلی کی طرف سے آئین میں ترمیم کے ذریعے قرآن و سنت کو ملک کا اعلیٰ ترین قانون قرار دینے کے لئے متفقہ طور پر منظور کردہ قرارداد کا خیر مقدم کرتے ہوئے امید ظاہر کی ہے کہ وفاقی حکومت ترجیحی بنیادوں پر اس قرارداد کی روشنی میں آئین میں ترمیم کا کام سرانجام دے گی تاکہ پاکستان کے قیام کے بلند تر مقاصد کے حصول کی جانب حقیقی معنوں میں عملی پیش رفت ہو سکے۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم میاں محمد نواز شریف کی قیادت میں مسلم لیگ کو نصف صدی بعد دوسری مرتبہ جو عظیم کامیابی حاصل ہوئی ہے اس مینڈیٹ کا ناگزیر تقاضا ہے کہ پاکستان میں اسلام کے عادلانہ نظام کے نفاذ کے ذریعے دنیا کے سامنے اسلام کے اصول حریت' اخوت و مساوات کا ایک عملی نمونہ پیش کیا جا سکے۔ ملکی سطح پر اس اقدام کے ذریعے پاکستان کی صورت میں وہ مثالی اسلامی ریاست وجود میں آ سکتی ہے جس کا قیام قائد اعظم محمد علی جناح کے پیش نظر تھا اور جس کا خواب مصور پاکستان علامہ اقبال نے دیکھا تھا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے ممبر صوبائی اسمبلی انجینئر ظفر اقبال ملک سمیت تمام ممبران اسمبلی کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس قرارداد کو پیش کرنے اور ایوان سے منظور کرانے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

پاکستان اور اسرائیل

مذہب کے نام پر قائم ہونے والی دو ریاستوں کا ایک دلچسپ تقابل

علامہ شبیر بخاری

○ بیسویں صدی کے وسط میں مذہب کے نام پر دو ممالک پاکستان اور اسرائیل منظر عام پر آئے۔ پاکستان کا رقبہ بشمول کشمیر و شمالی علاقہ جات ۳۳۸۸۹۷ مربع میل ہے اور اس کی آبادی ۱۹۸۱ء کے تخمینے کے مطابق دس کروڑ سینتالیس لاکھ اسی ہزار ہے اور یہ آبادی برصغیر پاک و ہند کے بارہ صوبوں سے آئی ہے۔ اس کی کم و بیش بیس زبانیں ہیں' جن میں بولیاں بھی شامل ہیں اور یہ مسلمانوں کا نظریاتی ملک ہے۔ اسرائیل کا رقبہ ۸۴۷۳ مربع میل ہے اس کی ۱۹۸۶ء کی شماریاتی رو سے آبادی ۴۳ لاکھ اکتیس ہزار ہے اور یہ آبادی کم و بیش ۹۵ ممالک سے آئی ہے اور ان ممالک میں مختلف زبانوں کی تعداد دو ہزار سے زیادہ ہے اور یہ یہودیوں کی اکثریت کا وطن ہے۔

○ دونوں ممالک مدعی ہیں کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے نمائندہ ہیں اور وہ ان تمام درخشندہ روایات کے پیکر ہیں جو ان کی مذہبی / دینی تعلیمات کا حصہ ہیں۔ گزشتہ پچاس سالوں (کم و بیش) میں ان ممالک نے اپنی اپنی قوموں کے لئے جو رفاہ عامہ کے کام کئے ان کا تجزیہ حال ہی میں یوں کیا گیا ہے۔

(۱) پاکستان میں شرح خواندگی تخمیناً ۳۲ فیصد ہے جبکہ اسرائیل کی اسی (۸۰) فیصد سے زیادہ ہے۔

(۲) اسرائیل میں ۹۵ ممالک سے آئے ہوئے مہاجر جو دو ہزار زبانیں بولتے ہیں مل کر ایک مضبوط قوم بن گئے ہیں۔ ان کی قومی زبان عبرانی ہے جو ان کی مذہبی کتاب توریت کی اصلی زبان ہے۔ برخلاف ازاں پاکستان میں بارہ صوبوں سے آئے ہوئے بیس زبانیں بولنے والے (دس علاقائی زبانیں بولنے والے) لوگ آباد ہیں' انہیں اپنے سابقہ حاکموں کی زبان انگریزی سے بے حد محبت ہے۔ عربی دینی زبان ہے' قرآن مجید عربی میں ہے اور قومی زبان عملاً نافذ نہیں ہے۔ اردو زبان رابطہ کے طور پر بھی رواج نہیں پا سکی۔ عربی قرآن مجید پڑھنے والے ناظرہ پڑھ سکتے ہیں مگر الفاظ کے معانی اور شرح نہیں جانتے۔ سر آغا خان نے تجویز دی تھی کہ سوڈان' مصر اور دیگر ممالک کی طرح پاکستان کی بھی قومی زبان عربی قرار دی جانی چاہئے لیکن اس ایشو پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہے کہ ایک قوم کی بجائے چار قوموں کا نظریہ فروغ پا گیا ہے۔ جغرافیائی بنیاد پر عصبیتوں نے بڑے بڑے مسائل پیدا کر دیئے ہیں' مذہب کی تعلیم اسکولوں میں بھی نہیں ہے جہاں بالکل غیر مکتفی دسویں جماعت کی لازمی اسلامیات کی دو سال میں پڑھی جانے والی کتاب صرف ۱۱۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

قرآن مجید کی تعلیم لازمی نہیں باوجودیکہ بار بار اعلان ہوتا رہا کیونکہ بچے انفرا اسٹرکچر نہیں۔ صحیح پڑھانے کے لئے قاریوں کی ضرورت ہے' تجوید دانوں کی ضرورت ہے۔ اس کے لئے بجٹ نہیں ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ چپڑاسی سے چیئرمین تک تمام افراد ناظرہ قرآن مجید پڑھنے کی بھی استعداد نہیں رکھتے۔ کبھی طے ہوا تھا کہ چین' روس اور اسرائیل کی طرح دینی تعلیم کا کتابچہ سی ایس پی کے امتحان میں لازماً ہو گا لیکن بے مصرف نعرہ بازیوں میں سیاسی پارٹیاں اتنا کھو گئی ہیں کہ وہ نظریاتی بنیاد جس کے استقرار اور استحکام کے لئے ہم نے بیسویں صدی میں سب سے زیادہ جانی' مالی اور عزت و آبرو کی قربانی دی' وہ افسوسناک طور پر غائب ہے اور سیکولر ذہن انتظامیہ' علمیہ' عدلیہ اور سیاسیہ کا باہم گٹھ جوڑ اپنے ہر اقدام میں کامیاب ہے۔ آج پاکستان میں ان عناصر اربعہ نے سیکولرزم نے پھیلا دیا ہے۔ کیا اس میں دستور اسلامیہ جمہوریہ پاکستان کی کوئی جھلک ہے؟

بحضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ لدھیانوی

لب پہ رہتی ہے مرے نعت رسول' اکرم — کیا مزہ دیتی ہے اس ذکر میں چشم پرنم
ہو گئی جس کی قضا سارے زمانوں پہ محیط — ہے مرے فکر کی زینت وہی دار ارقم
عظمتیں ان کو ملیں اس سے جو منسوب ہوئے — اس کی ہی ذات سے وابستہ ہے شان آدم
ہو گئیں اس کی زیارت سے مشرف آنکھیں — جس حسیں شہر کی اللہ نے کھائی ہے قسم
حاضری دیتے ہیں سب عجز کی سوغات لئے — اس کے دربار میں ہے خاک بسر جاہ و حشم
اس سے بڑھ کر کوئی انعام خدا کیا ہو گا — شکر ایزد کہ ہیں سرکار کی امت میں ہم
اس کی ہی ذات پہ آئینہ ہیں سارے اسرار — کون ہے اس کے سوا قدرت حق کا محرم
وہی محشر میں سہارا ہے گنہگاروں کا — اس کا ہی پیکر اقدس ہے شفیع اعظم
مجھ کو سرکار حضوری میں بلا لیتے ہیں — سفر شوق کا ہو جاتا ہے سامان بہم
یہ بھی اس ذات گرامی کا کرم ہے ورنہ — کس سے ہو سکتی ہے سرکار کی توصیف رقم

میرے افکار میں انوار ثنا ہوں حافظ
وصف محبوب' خدا میں رہے مصروف قلم

گوہر ایوب خان نے ملکہ برطانیہ کے پارلیمنٹ سے خطاب کو روح پرور قرار دیا

اگر برصغیر کو برطانیہ کی روشن خیالی اور دور اندیشی ہی سے آزادی ملی ہے تو مسلمانان ہند کی بے مثال قربانیاں کیا ہوئیں!

جلیانوالہ باغ کے دورہ کے دوران ملکہ کو ۱۹۱۹ء کے سانحہ پر اظہار افسوس کرنا ہوگا

مرزا ایوب بیگ' لاہور

ان سطور کی اشاعت تک ملکہ معظمہ پاکستان کا چھ روزہ سرکاری دورہ مکمل کر کے واپس جاچکی ہوں گی۔ ملکہ برطانیہ کا یہ پاکستان کا دوسرا دورہ تھا' اس سے پہلے وہ ۱۹۶۱ء میں پاکستان تشریف لائیں تھیں۔ یوں تو اعلیٰ ترین شخصیات کے دوروں کو تاریخی قرار دینا رسم دنیا بھی ہے اور پروٹوکول کا تقاضا بھی' لیکن ملکہ برطانیہ کا یہ دورہ پاکستان بھر کے لئے خصوصاً ان شہروں کے لئے جہاں وہ تشریف لے گئیں ناقابل فراموش ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے سیکورٹی کے ایسے سخت ترین اقدامات کئے کہ بی بی سی پکار اٹھا کہ واقعی آج تک ایسے سخت حفاظتی اقدامات کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ لاہور میں دو روز تک عجیب سماں بندھا رہا۔ شاہراہ قائداعظم جو ایک لحاظ سے لاہور کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے اسے صرف پرندے ہی کراس کرسکتے تھے البتہ لاہور کے چند کچھ فاصلے پر دو رویہ کھڑے ہو کر ملکہ کے گزرنے کا انتظار یا اس کے گزرنے پر ہاتھ ہلا ہلا کر صرف اپنی بے بسی کا اظہار کرسکتے تھے۔ عارف اقبال بھٹی چونکہ پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما اور نامور ایڈووکیٹ ہونے کے علاوہ ہائیکورٹ کے سابق جج تھے لہٰذا اخبارات نے یہ خبر شائع کر دی کہ ملکہ برطانیہ کی متوقع آمد کی وجہ سے شدید زخمی عارف اقبال بھٹی کو ہسپتال نہ لے جایا جا سکا۔ ایک اطلاع کے مطابق اعلیٰ انتظامی سطح پر رابطہ کر کے جب انہیں ممنوعہ راستے سے گزار کر ہسپتال لے جانے کی اجازت طلب کی گئی تو یہ اجازت نہ مل سکی۔ اللہ ہی جانتا ہے کتنے گمنام جاں بلب مریض ان دو دنوں میں ہسپتال کے راستے میں دم توڑ گئے ہوں گے۔ انتظامیہ سے اس کا گلہ کرنا اس لئے بھی بے فائدہ ہے کہ ان کے پاس یہ "معقول" دلیل ہوگی کہ جب بحیثیت مسلمان ہمارا عقیدہ اور ایمان ہے کہ موت کا وقت مقرر ہے تو پھر ان مریضوں کی خاطر معزز مہمان کے حفاظتی انتظامات کو درہم برہم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ پھر یہ ہماری روایتی مہمان داری کے خلاف تھا کہ ہم اپنے سابقہ آقاؤں کے حضور چند جانوں کا نذرانہ بھی پیش نہ کرسکتے۔ لاہور پر جو یہ دو دن گزرے ان میں ایک جمعہ بھی تھا۔ میاں نورانی کو کیا سوجھی کہ اس مسجد میں جمعہ پڑھانے کا وعدہ کر لیا جہاں پہنچنے کے لئے انہیں ملکہ کی راہ کاٹنی پڑتی تھی۔ پھر بھی اخبار میں یہ بیان داغ دیا کہ ملکہ ہمارا جمعہ لے بیٹھیں۔ حالانکہ جمعہ تو پھر سات روز بعد آہی جاتا۔

اکہتر (۷۱) سالہ ملکہ ایلزبتھ ثانی جو ۱۹۵۱ء میں تخت برطانیہ پر جلوہ افروز ہوئیں تھیں' اپنے دل میں اہلیان برصغیر پاک و ہند کے لئے نرم گوشہ رکھتی ہیں۔ اسی لئے وہ دو مرتبہ انہیں اپنی مہمان نوازی کا شرف بخش چکی ہیں' وگرنہ آنجہانی ملکہ وکٹوریہ نے اپنے چونسٹھ سالہ دور میں ہند کو شاہی خلعت خسروانہ کی قدم بوسی کا شرف ہی نہیں بخشا تھا۔ لہٰذا شاید جوابی خیرسگالی کے طور پر حکومت پاکستان نے یہ سب کچھ کیا' جس کے نتیجہ کے طور پر ایسے سینکڑوں واقعات ہوئے جن میں سے چند ایک راقم نے اوپر درج کئے ہیں۔

اتنے خوفناک حفاظتی اقدامات کے باوجود ہماری انتظامیہ عدم اعتمادی کا شکار تھی۔ لہٰذا اخباری اطلاعات کے مطابق حفاظتی انتظامات کی نگرانی عملی طور پر برطانوی سیکورٹی کے حوالے کر دی گئی تھی۔ یعنی جان توڑ محنت بیچاری پاکستانی انتظامیہ نے کی اور کریڈٹ برطانوی سیکورٹی کو ملا۔ ملکہ معظمہ کو دورہ پاکستان کے دوران جو ظہرانے' عصرانے اور عشائیے دیئے گئے ان میں سے ایک عشائیہ وزیراعظم پاکستان نواز شریف کی طرف سے شاہی قلعہ لاہور میں دیا گیا۔ ملکہ کے اعزاز میں یہ عشائیہ سب سے بازی لے گیا۔ جب ملکہ شاہی قلعہ پہنچی تو نواز شریف نے ان کا قلعہ کے دروازہ پر استقبال کیا اور ایک انتہائی خوبصورت بگھی انہیں سواری کے طور پر پیش کی گئی جس میں ایک اطلاع کے مطابق بارہ گھوڑے جتے ہوئے تھے۔ شاید ہر گھوڑا ایک کروڑ افراد کی نمائندگی کر رہا تھا۔ خوبصورت قالین جن کا رنگ خون کی طرح سرخ تھا دیسی اور ولایتی حاکموں کی قدم بوسی کے لئے بچھے تھے۔ ایک طرف مردوں کی ٹولیاں رنگ برنگے کپڑوں میں ملبوس علاقائی رقص پیش کر رہی تھیں اور دوسری طرف اونٹ اور گھوڑے محو رقص تھے۔ یعنی قلعہ میں موجود سب جھوم رہے تھے' ایک وہ جنہیں عرف عام میں جانور کہتے ہیں اور دوسرے وہ انسان جن مجبوروں پر ناحق آزادی کی تہمت لگی ہوئی ہے۔ روشنیوں کے فنکارانہ استعمال نے ماحول کو سحر انگیز بنا دیا تھا۔ عشائیے میں چاروں صوبوں کے گورنر' وزرائے اعلیٰ' صوبائی وزراء' سول اور ملٹری بیورو کریسی اور معزز شہری شریک ہوئے۔ مہمانوں کی تواضع انیس (۱۹) اقسام کے کھانوں سے کی گئی۔ کھانے سے فارغ ہو کر معزز مہمان ایوان عام میں تشریف لائے جہاں آتش بازی کا ایسا مسحور کن مظاہرہ ہوا کہ ملکہ دنگ رہ گئیں اور داد دیئے بغیر نہ رہ سکیں۔ دو دن تک لاہور میں جس سرکاری محکمہ سے بھی رابطہ ہوا' ہر جگہ ہر سائل کو ایک ہی جواب ملا : "عملہ ملکہ کی ڈیوٹی پر ہے"۔ ملکہ کا طیارہ لاہور پہنچنے سے کچھ دیر پہلے گورنر سندھ اور وزیراعلیٰ کا طیارہ لاہور اترا لیکن اخباری اطلاع کے مطابق کسی نے ان سے نہ پوچھا کون ہو اور کہاں سے آئے ہو' بیچارے ایک کونے سے لگے رہے کیونکہ انہیں استقبالیہ قطار میں بھی کھڑا نہیں ہونا تھا۔ ملکہ کی ائرپورٹ آمد اور وہاں سے روانگی کے بعد انتظامیہ کو معلوم ہوا کہ سندھ کے گورنر اور وزیراعلیٰ آئے ہوئے ہیں۔ جس ایرپورٹ پر ملکہ کے طیارہ نے لینڈ یا ٹیک آف کرنا ہوتا تھا وہاں غیر اعلانیہ ایمرجنسی نافذ ہو جاتی تھی اور طیاروں کے شیڈول کو تبدیل کر دیا جاتا تھا۔

حکومت پاکستان کے رویئے کا تقابل اگر بھارت کی حکومت سے کریں تو ہر مبصر کہہ اٹھے گا کہ فرق صاف ظاہر

ہے۔ ملکہ کا پاک بھارت دورہ جب ترتیب پا رہا تھا تو ملکہ نے امرتسر کے دورہ کے دوران جلیانوالہ باغ جانے کی خواہش کا اظہار کیا جس پر بھارتی ردعمل یہ تھا کہ اگر ملکہ جلیانوالہ باغ جانا چاہتی ہیں تو انہیں پھر اس سانحہ پر جو ۱۹۱۹ء میں اس باغ میں پیش آیا تھا' معذرت کا اظہار بھی کرنا چاہئے۔ دونوں ملکوں کے دفاتر خارجہ میں بحث و تمحیص کے بعد طے ہوا کہ ملکہ اس واقعہ پر اظہار افسوس کر دیں گی۔ یقیناً کسی زیادتی پر اظہار افسوس بھی نیم معذرت ہی ہے لیکن امرتسر میں خصوصاً سکھ ملکہ کی آمد پر احتجاج جاری رکھے ہوئے ہیں۔

ملکہ کے دورہ پاکستان کے دوران اہم ترین پروگرام پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے ملکہ کا خطاب تھا' یہ اہم ترین پروگرام دلچسپ ترین پروگرام بھی ثابت ہوا۔ سپیکر قومی اسمبلی الٰہی بخش سومرو جو اجلاس کی صدارت کر رہے تھے' نے خیر مقدمی کلمات کہتے ہوئے انکشاف کیا کہ قیام پاکستان برطانوی پالیسیوں کا نتیجہ ہے۔ برطانیہ کی روشن خیالی اور دور اندیشی کے باعث پاکستان آزاد ہوا۔ ہم نے آزادی کا فائدہ اٹھایا اور دنیا میں اپنی پہچان کرائی۔ سوال یہ ہے کہ اگر مسلم لیگ بھی ولی خان کے ان خیالات کی حامی ہو گئی ہے کہ پاکستان برطانیہ کی عطا تھی تو قائد کی جدوجہد اور مسلمانان ہند کی جان و مال اور عزت و عفت کی قربانیاں کیا ہوئیں۔ ملکہ نے اپنے خیالات عالیہ کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ پاکستان اور بھارت کو کشمیر کے مسئلہ کو مذاکرات سے طے کر لینا چاہئے۔ انہوں نے دونوں کو نصیحت کی کہ وہ دوستی اور محبت کی فضا قائم کریں اور اچھے ہمسایوں کی طرح رہیں۔ ملکہ کی اس شاہانہ سادہ لوحی پر ہمیں ایک حکایت یاد آ گئی' کسی نے شیطان سے کہا کہ تم انسانوں کے مابین دنگا فساد اور قتل و غارت کیوں کرواتے ہو۔ اس نے اس الزام کو قطعی طور پر غلط قرار دیا اور ایک شیر فروش کی دکان کی دیوار پر تھوڑا سا شہد لگا دیا۔ شہد پر مکھی بیٹھی' مکھی پر چھپکلی جھپٹی' چھپکلی پر بلی اور بلی پر کتا حملہ آور ہوا۔ بلی گھبرا کر اچھلی اور شیر فروش کے دودھ بھرے کڑاہے میں جا گری جس سے شیر فروش جھلس گیا۔ اپنے نقصان اور زخمی ہونے پر شیر فروش نے غصے میں آ کر کتے کے مالک کو ہلاک کر دیا۔ اس پر شیطان نے الزام لگانے والے سے کہا دیکھو اس میں میرا کیا قصور تھا۔

وزیر خارجہ گوہر ایوب خان نے ملکہ کے خطاب کو روح پرور قرار دیا۔ کشمیر کا تنازعہ ملکہ کے سسر چچا لارڈ مونٹ بیٹن کا پیدا کردہ ہے وہ اس وقت وائسرائے ہند تھے۔ جب ریڈ کلف ایوارڈ کے تحت انتہائی ناانصافی سے کام لیتے ہوئے ضلع گورداسپور کے مسلم اکثریتی علاقے کو بھارت کا حصہ قرار دے دیا گیا۔ پٹھانکوٹ جو اس ضلع کی تحصیل ہے وہاں سے ایک سڑک جموں کو جاتی ہے۔ کشمیر اور بھارت کے درمیان یہ واحد زمینی راستہ ہے۔ اگر تقسیم ہند کے فارمولے کے مطابق گورداسپور پاکستان کا حصہ بنتا تو پاکستان اور بھارت کے درمیان کبھی جنگیں نہ ہوتیں۔ نہ انسانی خون اتنا ارزاں ہوتا اور نہ ہی دونوں غریب قوموں کے خون پسینے کی کمائی کو جنگی تیاریوں میں جھونکا جاتا۔ سیاچین کا محاذ جو دنیا کا بلند ترین محاذ جنگ ہے اور جہاں ہلاکتیں ہتھیاروں سے کم اور موسم کے ہاتھوں زیادہ ہو رہی ہیں' مسئلہ کشمیر کا ایک ذیلی مسئلہ ہے۔ تنازعہ کشمیر ہی کی وجہ سے سیاچین کا محاذ کھلا اور تنازعہ کشمیر ہی سیاچین پر امن قائم ہونے میں رکاوٹ ہے۔ شہزادہ فلپ ڈیوک آف ایڈنبرا کے چچا اگر یہ تنازعہ پیدا نہ کرتے تو قائداعظم کے قول کے مطابق پاکستان اور بھارت میں یقیناً ویسے ہی تعلقات ہوتے جیسے ریاستہائے متحدہ امریکہ اور کینیڈا کے درمیان ہیں۔ بہرحال بادشاہوں کے مشورے شاہانہ ہی ہوتے ہیں' انہوں نے روٹی کے لئے ترسنے والوں کو بسکٹ کھانے کا مشورہ دیا تو کسی نے ان کا کیا بگاڑ لیا۔ OO

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں

نعیم اختر عدنان

☆ جسٹس عارف اقبال بھٹی کو ہم نے قتل نہیں کرایا کہ ۱۲ گھنٹے میں قاتل پکڑ لیتے۔ (آئی جی پولیس)

○ گویا آئی جی پولیس نے ۱۲ گھنٹے کے اندر اندر گرفتار ہونے والے تمام مجرموں کے جرم کی ذمہ داری قبول کرنے کا اعلان کر دیا ہے۔

☆ معروف صحافی اظہر سہیل مرحوم کے مقروض یا قرض خواہ ہم سے رابطہ قائم کریں۔ (ورثا کی اپیل)

○ جیل میں قید آصف زرداری کو بھی اس اعلان کی اطلاع کر دی جائے۔

☆ قومی حکومت کا کوئی فائدہ نہیں' اس طرح تو سب چور اکٹھے ہو جائیں گے۔ (اصغر خان)

○ گویا قومی حکومت کے قیام کا مطالبہ "چوروں کا مطالبہ ہے"۔

☆ حکومت چین سے نہیں بیٹھے گی۔ (میاں اظہر)

○ بلکہ عدلیہ کو ملیامیٹ کرنے جیسی کارروائیاں دیگر اداروں میں بھی شروع کی جائیں گی۔

☆ میرے آنے سے جسٹس اجمل میاں کی ایکٹنگ ختم ہو گئی ہے۔ (چیف جسٹس سید سجاد علی شاہ)

○ شاہ صاحب! کیا عدلیہ میں بھی "اداکار" گھس چکے ہیں۔

☆ حکومت نے اقتدار بچانے کے لئے ججوں کو لڑانا شروع کر دیا ہے۔ (بے نظیر)

○ حالانکہ ہم نے تو اپنے دور حکومت میں چیف جسٹس ہی کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنا کر سارا کھیل ہی ختم کرنے کی کوشش کی تھی جو بوجوہ ناکام ہو گئی!

☆ کوئی طاقت آئین شریعت کا راستہ نہیں روک سکتی۔ (جمعیت علماء اسلام)

○ جناب والا! پھر دیر کس بات کی ہے۔

☆ ایس ایس پی لاہور نے کرپٹ تھانیدار کو وردی اتروا کر اسے جیل بھیج دیا۔

○ یہی تو "سرکاری ڈاکو" ہیں۔

☆ صدر نے ملکہ برطانیہ کو عابدہ حسین کے گھوڑے پالنے کے شوق سے آگاہ کیا۔ (ایک خبر)

○ یہ "گھوڑے" وفاقی ہیں یا صوبائی اس کی وضاحت بھی ہو جاتی تو اچھا تھا!

☆ جمعیت علماء اسلام (ف) نے انتخابی سیاست ترک نہیں کی۔ (مولانا عبدالغفور حیدری)

○ گویا "چھٹتی نہیں ہے منہ سے یہ کافر لگی ہوئی" والا معاملہ ہے!

☆ مجھے بھی پارلیمنٹ سے خطاب کا موقع دیا جائے۔ (بے نظیر)

○ "ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے" کا مصرع ایسے ہی موقع کیلئے کہا گیا ہے۔

☆ ملکی مسائل کا حل قومی مفاہمت ہے۔ (نوابزادہ نصراللہ خان)

○ نواب صاحب! آپ کی قومی مفاہمت کا مطلب کہیں قومی حکومت کا قیام تو نہیں۔

☆ ٹی وی پر "جین جیکٹ" نہیں بلکہ اسلامی کلچر دکھایا جائے۔ (وزیراعظم)

○ میاں صاحب! "گرتی ہوئی دیواروں کو ایک دھکا اور دو" کی حامل ٹھوس پالیسی اپنانا ہو گی۔

☆ توہین رسالت کیس کے ملزم بری کرنے والے جج عارف اقبال بھٹی کو قتل کر دیا گیا۔ (ایک خبر)

○ "فاعتبروا یا اولی الابصار" یعنی دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو۔

پاکستان کا قیام اس صدی کا عظیم ترین معجزہ ہے

انتخابی سیاست کے میدان میں مذہبی جماعتوں کی شرکت نے اسلام کو پارٹی ایشو بنا کر رکھ دیا

قیام پاکستان کی گولڈن جوبلی منانے کے ساتھ ساتھ "کنفیوژن" پھیلانے کی گولڈن جوبلی بھی منائی گئی

برصغیر کے مسلمانوں میں سوائے دین و مذہب کے کوئی مشترک قدر موجود نہیں تھی

وطنی قومیت ایک ایسا "جانور" ہے جو اپنے ہی دودھ سے اپنا دشمن پالتا ہے

اسرائیل یہودی نسل پرستی کی تحریک کے نتیجے میں قائم ہوا

۵/اکتوبر ۹۷ء کو تنظیم اسلامی کے زیر اہتمام الحمرا ہال میں منعقدہ سیمینار "کیا پاکستان تدریجی خودکشی کر رہا ہے؟" سے

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا خطاب

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے

تنظیم اسلامی کے امیر اور تحریک خلافت پاکستان کے داعی ڈاکٹر اسرار احمد کو ملک کی دینی شخصیات میں اور ان کی تنظیم اسلامی کو ملک کی دینی تحریکات میں نمایاں اور منفرد مقام حاصل ہے۔ ملک کے طول و عرض میں کام کرنے والی اکثر و بیشتر دینی تحریکیں ع "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" کے مصداق موجودہ باطل اور استحصالی نظام کے سانچے میں مکمل طور پر ہم آہنگ ہو کر اپنے زعم میں اسی نظام کے خلاف برسرپیکار ہیں۔ حالانکہ اس حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کے لئے کوئی "افلاطونی" دماغ درکار ہے نہ "خلدونی" تجزیئے کی حاجت۔ ہر وہ شخص جسے اللہ نے عقل سلیم اور فطرت صحیحہ سے نوازا ہو' اسی نتیجے پر پہنچے گا کہ رائج الوقت نظام کو "غلط" کہنے والے اسی نظام کے اندر رہ کر کیسی تبدیلی کے متلاشی ہیں؟

انتخابی سیاست کے اکھاڑے میں مکمل طور پر چاروں شانے چت ہونے کے باوجود ہمارے "مذہبی پہلوان" مغربی جمہوری طرز کی انتخابی سیاست کو اپنا قبلہ و کعبہ بنائے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مذہبی سیاسی جماعتوں کی اس "ہاہاکار" کے نقار خانے میں اگرچہ ڈاکٹر اسرار احمد کی آواز کو "طوطی" کی آواز سے بھی مشابہت دی جاسکتی ہے مگر امیر تنظیم اسلامی کی ربع صدی کی دوڑ دھوپ اب خوب خوب رنگ بھی لا رہی ہے اور دیکھنے والی آنکھ کو اپنی بہار بھی دکھا رہی ہے۔

سیمینار کے مستفسرین : جناب قیوم نظامی، جناب اے آر خالد، جناب ضیاء شاہد، جناب مصطفیٰ صادق، جناب منیر الدین چغتائی، علامہ شبیر بخاری، جناب کے ایم اعظم اور سٹیج سیکرٹری جناب عبدالرزاق

امیر تنظیم اسلامی نعرے بازی اور دھرنے بازی کے ذریعے اپنی دکان چمکانے کی بجائے ہر خواص و عام کو قرآن کی طرف رجوع کرنے اور اسی میں غوطہ زنی کی دعوت دینے میں شب و روز مصروف کار ہیں۔ ڈاکٹر صاحب مدظلہ قیام پاکستان کو ایک صدی کا عظیم ترین معجزہ اور غلبہ اسلام کی عالمی تحریک کا پیش خیمہ قرار دیتے ہیں۔ اپنے اسی گہرے قلبی یقین کی بنیاد پر وہ اس ملک خداداد ملک کو نظام خلافت کا گہوارہ بنانے کے لئے اسلام کو زندہ و متحرک اور قابل عمل دین کی حیثیت سے پیش کرتے ہیں اور اسی دین حق کے نفاذ کے لئے وہ اسوۂ نبوی کو حرز جان بنائے ہوئے ہیں۔ پاکستان کیوں قائم ہوا، اس کے پس پردہ کون کون سے محرکات و عوامل تھے اور نصف صدی میں ہم نے کیا پیش رفت اور کیا پسپائی کی اور اب پاکستان کس موڑ پر کھڑا ہے؟ ایسے ہی سوالوں پر غور و فکر اور ان کے حوالے سے پاکستان کی نظریاتی اساس کو اجاگر کرنے کے لئے تحریک خلافت کے زیر اہتمام ماہ اکتوبر میں لاہور کے وسیع و عریض اور کسی قدر مہنگے ہال میں پاکستان کی گولڈن جوبلی کے حوالے سے ایک بھرپور سیمینار منعقد کیا گیا۔ الحمراء ہال کا اگرچہ عام مصرف تو ڈرامہ ہال کے طور پر ہی ہوتا ہے تاہم سماجی تقریبات اور سیمیناروں کے لئے بھی اس ہال سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ تحریک خلافت پاکستان نے اپنے داعی کے افکار و نظریات کو وسیع حلقے تک پہنچانے کے لئے "کیا پاکستان تدریجی خود کشی کر رہا ہے؟" کے موضوع پر کامیاب سیمینار کا انعقاد کیا۔ ہال اپنی غیر معمولی وسعت کے باوصف حاضرین سے تقریباً "پر" تھا۔ مقررہ وقت سے صرف ۱۰ منٹ کی تاخیر سے تقریب کا باقاعدہ آغاز کیا گیا۔ دس منٹ کی اس تاخیر پر بھی داعی تحریک خلافت کا اضطراب اور پریشانی دیدنی تھی۔ تقریب کا آغاز حسب روایت تلاوت کلام پاک سے کرنے کے لئے جناب عبدالرزاق، جو تقریب کے سٹیج سیکرٹری تھے، نے قاری مجیب الرحمٰن کو دعوت دی۔ موصوف نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ سورۂ انفال و توبہ کی آیات کی تلاوت کی۔ تلاوت قرآن کے بعد قرآن کالج کے طالب علم جناب نادر عزیز نے حاضرین محفل کو کلام اقبال سنایا۔ سٹیج پر امیر محترم مدظلہ کے علاوہ خصوصی طور پر مدعو مستفسرین بھی تشریف فرما تھے جو سب کے سب پابندی وقت کے زریں اصول پر عمل پیرا ہو کر شریک محفل ہوئے۔ امیر محترم نے اپنے مخصوص و منفرد انداز بیان میں رفقاء و احباب کے سامنے قیام پاکستان کے محرکات کا تجزیہ ایک ماہر تجزیہ نگار، ایک صاحب نظر مفکر اور ایک دور اندیش مدبر کے انداز میں پیش کیا۔ امیر محترم مدظلہ کے خطاب میں "طرز کہن پہ اڑنے اور آئین نو سے ڈرنے والوں" کے لئے کافی و شافی مواد موجود تھا۔ ع اللہ کرے زور بیان اور زیادہ۔ امیر محترم کے مفصل کے حامل خطاب کے بعد مستفسرین حضرات کو خطاب کے حوالے سے سوالات کی دعوت دی گئی، سوالات کرنے والوں میں جناب قیوم نظامی، جناب اے آر خالد، جناب مصطفیٰ صادق، جناب منیر الدین چغتائی، علامہ شبیر بخاری اور کے ایم اعظم شامل تھے۔ روزنامہ خبریں کے چیف ایڈیٹر جناب ضیاء شاہد بھی پینل میں شامل تھے لیکن انہوں نے سوال کرنے سے گریز کیا۔ قومی اخبارات اور نیوز ایجنسیوں کے نمائندوں اور فوٹو گرافروں کا جم غفیر اس سیمینار کی کوریج کے لئے سیمینار کے اختتام تک موجود رہا۔ مہمان مستفسرین اور اہل صحافت کی ٹھنڈے مشروب سے تواضع کی گئی۔ دوسرے دن روزنامہ "جنگ" کے علاوہ تمام اردو اور انگریزی اخبارات نے اس سیمینار کو نمایاں طور پر شائع کیا۔ پاکستان ٹی وی کے کارپردازان شاید ایسی مجالس کو "بے فضول" سمجھ کر ان کا بائیکاٹ کرنے کو اور بلیک آؤٹ ہی مناسب سمجھتے ہیں۔ روزنامہ خبریں کے چیف ایڈیٹر ضیاء شاہد صاحب کا ہم بطور خاص شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتے ہیں، جنہوں نے اپنی بے پناہ مصروفیات کے باوجود داعی تحریک خلافت کی خصوصی دعوت پر نہ صرف سیمینار میں شرکت کی بلکہ ۱۹/ اکتوبر کے سپیشل ایڈیشن میں "اشاعت خاص" کے عنوان سے بھرپور کوریج کے ساتھ شائع کیا۔

امیر تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا پر مغز خطاب روزنامہ "خبریں" لاہور کے خصوصی شکریئے کے ساتھ ہفت روزہ "ندائے خلافت" کے موقر قارئین کی نذر کیا جا رہا ہے۔ اسی سلسلے کا دوسرا سیمینار الحمراء ہال لاہور میں ۱۹/ اکتوبر کو منعقد ہو رہا ہے جس کی تفصیلی رپورٹ بھی انہی صفحات میں شائع کر دی جائے گی۔ ان شاء اللہ۔

امیر تنظیم کے خطاب کا خلاصہ پیش خدمت ہے :

ہم پاکستان کی گولڈن جوبلی کی تقریبات منا رہے ہیں۔ میں پاکستان کے اہل فکر و نظر سے سوال کرتا ہوں کہ ہم کس پاکستان کی گولڈن جوبلی کی خوشیاں منا رہے ہیں؟ اس پاکستان کی جو ۱۹۴۷ء میں حاصل کیا تھا اور ۱۹۷۱ء میں دو ٹکڑے ہو گیا تھا؟؟ دگرگوں حالات کے باوجود موجودہ پاکستان کا پچاس سال تک قائم رہنا بھی میرے نزدیک غنیمت ہے جبکہ قائداعظم نے جس پاکستان کا خواب دیکھا تھا وہ آج نہیں ہے۔ ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے ہندوستان کے شمال مغرب میں جس آزاد مسلم ریاست کی پیش گوئی فرمائی تھی، وہ پاکستان بھی نہیں بن سکا حتیٰ کہ ایک ہزار برس قبل برعظیم پاک و ہند میں جو "پہلا پاکستان" قائم ہوا تھا، وہ بھی اب نہیں ہے۔ علامہ اقبال نے تو محض مغربی پاکستان کی پیش گوئی کی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں انعام کے طور پر مشرقی پاکستان بھی عطا کر دیا تھا اگرچہ آج وہ مشرقی پاکستان کے نام سے موجود نہیں ہے، تاہم ایک آزاد مسلم ریاست کی حیثیت سے اس خطہ ارضی پر موجود ہے، اس بات پر ہمیں خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے۔

قیام پاکستان کی گولڈن جوبلی کی تقریبات میں اور اخبارات کے کالموں میں پاکستان کے قیام کے بارے میں شبہات (کنفیوژن) بھی پھیلایا گیا، اس طرح پاکستان کے ساتھ ساتھ قیام پاکستان کی کنفیوژن کی گولڈن جوبلی بھی منائی گئی۔ مجھے سب سے زیادہ افسوس اس بات پر ہوتا ہے کہ بعض اسلام پسند دانشوروں کی جانب سے اس قسم کے خیالات سامنے آئے کہ گویا قیام پاکستان کا دین سے کوئی براہ

راست تعلق نہیں تھا۔ میرے نزدیک یہ "شناخت کا بحران" ہے اور کسی قوم کے لئے اپنی شناخت اور پہچان کا بحران خودکشی سے کم تر چیز نہیں ہے اس لئے کہ جب پاکستان کی تشکیل کے بارے میں ہی شکوک و شبہات پیدا ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ اس ملک کی تقدیر کے بارے میں کئی قسم کی باتیں ہو سکتی ہیں۔ تاہم اس شناخت کے بحران کی تلافی جشن منا کر نہیں کی جا سکتی۔ یوم اقبال پر دھواں دار تقریریں کرنے سے بات نہیں بنے گی، قائداعظم کا یوم پیدائش اور یوم وفات منا لینے سے بات نہیں بنے گی بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ غیر جانبداری کے ساتھ انتہائی گہرا تجزیہ کر کے اس مسئلے کو سمجھا جائے، میں سب سے پہلے اس کنفیوژن کے پس پردہ عوامل کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ قیام پاکستان کے عوامل کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ قیام پاکستان کے بارے میں کنفیوژن کا ایک سبب یہ ہے کہ یورپی تہذیب کا غلبہ زوروں پر ہے۔ یہ تہذیب تقریباً تین سو برس قبل یورپ سے شروع ہوئی۔ علامہ اقبال نے اس کے بارے میں فرمایا ؎

دیار مغرب میں رہنے والو! خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو، وہ اب زر کم عیار ہو گا

حضرت علامہ کی یہ پیش گوئی ابھی محض اہل دانش کے نزدیک تو پوری ہو رہی ہے لیکن عملاً اس کے پورے ہونے کے آثار ابھی نظر نہیں آ رہے۔ مادیت پرستی، سیکولرزم، نیشنلزم، اس تہذیب کے اجزائے لاینفک ہیں۔ ہمارے جدید تعلیم یافتہ طبقے میں بھی ایسے ہی دانشور، ذرائع ابلاغ پر قابض افراد شامل ہیں لہٰذا عالمی تہذیب پاکستان کے قیام سے مطابقت نہیں رکھتی یا دوسرے لفظوں میں پاکستان کا وجود میں آنا ان کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتا اس لئے اس بڑے اہم عنصر کے سبب شکوک و شبہات بڑھ رہے ہیں۔

دوسرا عنصر یہ ہے کہ اگرچہ کمیونزم کا "انتقال" ہو گیا لیکن اس کی ایک بہن "نیشنلزم" بدقسمتی سے پوری شدت و قوت کے ساتھ موجود ہے۔ حال ہی میں اہل دانش تو اس امر کا اندازہ بھی کر رہے ہیں کہ نیشنلزم ابھی مزید قوت حاصل کر رہی ہے۔ ہمارے ہاں کے نیشنلسٹ عناصر جو ہو سکتا ہے کہ وقتی طور پر زیر منقار پر ہوں لیکن بالواسطہ یا بلاواسطہ ان کے اثرات موجود ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ "جن پہ تکیہ تھا، وہی پتے ہوا دینے لگے....." اسلام اور پاکستان کے قریبی تعلق کے پیش نظر مذہبی جماعتوں کو جس قدر طاقتور ہونا چاہئے تھا وہ اتنی نہیں ہیں۔ ان جماعتوں میں سے ایک جماعت تو قیام پاکستان کی شدت سے مخالف رہی ہے۔ جمعیت علمائے ہند کی "مخالفت" بلاشبہ دیانتداری کے ساتھ تھی، ان کی اپنی رائے تھی، ان کی نیت پر مجھے ہرگز کوئی شک نہیں ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ وہ قیام پاکستان کی شدت سے مخالف تھی۔ پاکستان میں ان کے وارث اب بھی گاہے بگاہے یہ الفاظ استعمال کرتے ہیں کہ "ہم قیام پاکستان کے گناہ میں شریک نہیں تھے۔"

اس جماعت کا اثر و نفوذ ہو سکتا ہے کہ کل پاکستان سطح پر نہ ہو، لیکن پاکستان کے ایک خاص علاقے میں جو اب نہایت اہمیت اختیار کر رہا ہے۔ وہاں ایسے لوگوں کا عمل دخل زیادہ ہے۔ میرے نزدیک افغانستان حساس ترین علاقہ ہے۔ افغانستان کی موجودہ صورت حال میں اس نقطہ نظر کے حامل لوگوں کا عمل دخل اہم ہے۔ اس کے مقابلے میں ایک دوسری جماعت ہے جو چاہے ووٹوں کی گنتی کے اعتبار سے زیادہ اہمیت نہ رکھتی ہو، لیکن ملک کے باشعور اور اہل دانش طبقات میں اس جماعت کا کافی اثر و نفوذ ہے اور پوری دنیا میں وہ پاکستان کی واحد تحریک اسلامی کی نمائندہ جماعت کی حیثیت سے پہچانی جاتی ہے۔ اس کا بھی ماضی یہ ہے کہ ہلکے سے ہلکے الفاظ میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسے پاکستان کے قیام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ اگرچہ اختلاف بھی تھا لیکن کم از کم دلچسپی تو قطعی نہ تھی۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۴۶ء کے انتخابات قیام پاکستان کے لئے "ماں" کی حیثیت رکھتے ہیں، اس میں بھی انہوں نے حصہ نہیں لیا۔ ان لوگوں کی نیت پر بھی کوئی شک نہیں کرتا بلکہ اپنے نزدیک وہ ایک بلند تر نصب العین کے لئے کوشاں تھے۔ اگرچہ جس انداز سے اس وقت یہ "اختلاف" سامنے آیا، اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ اس اختلاف میں تلخی بھی تھی لیکن وہ اس خیال کے لئے کام کر رہے تھے کہ "آپ ہندوستان کے ایک یا دو کونوں میں علیحدہ مملکت حاصل کرنا چاہتے ہیں جبکہ قوم ہمارے پروگرام پر توجہ دے تو پورے ہندوستان کو "دارالاسلام" بنایا جا سکتا ہے۔ تاہم یہ جماعت بھی قیام پاکستان کے بعد پورے طور پر پاکستان کو نہ صرف قبول کر چکی ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس نے اس پاکستان میں اسلام کا جھنڈا پوری قوت کے ساتھ اٹھایا ہے۔ بہرحال جس پختہ یقین کے ساتھ مخالفین پاکستان کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے وہ فکر اور یقین اس جماعت کے حلقوں میں موجود نہیں ہے۔

یہ ہیں وہ چند اسباب جن کی بنا پر "کنفیوژن" بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اس بنا پر قیام پاکستان کے بعد پیدا ہونے والی نسل کہ اب پاکستان کی باگ ڈور اسی نسل کے ہاتھ میں ہے ان کے لئے وہ "وعدہ" تاریخ کا ایک حصہ بن کر رہ گیا ہے۔ ان عوامل کی بنا پر پاکستان کی تشویشناک صورتحال منطق کے عین مطابق ہے۔ اب ہمیں اپنی فکر و دانش کی تمام تر

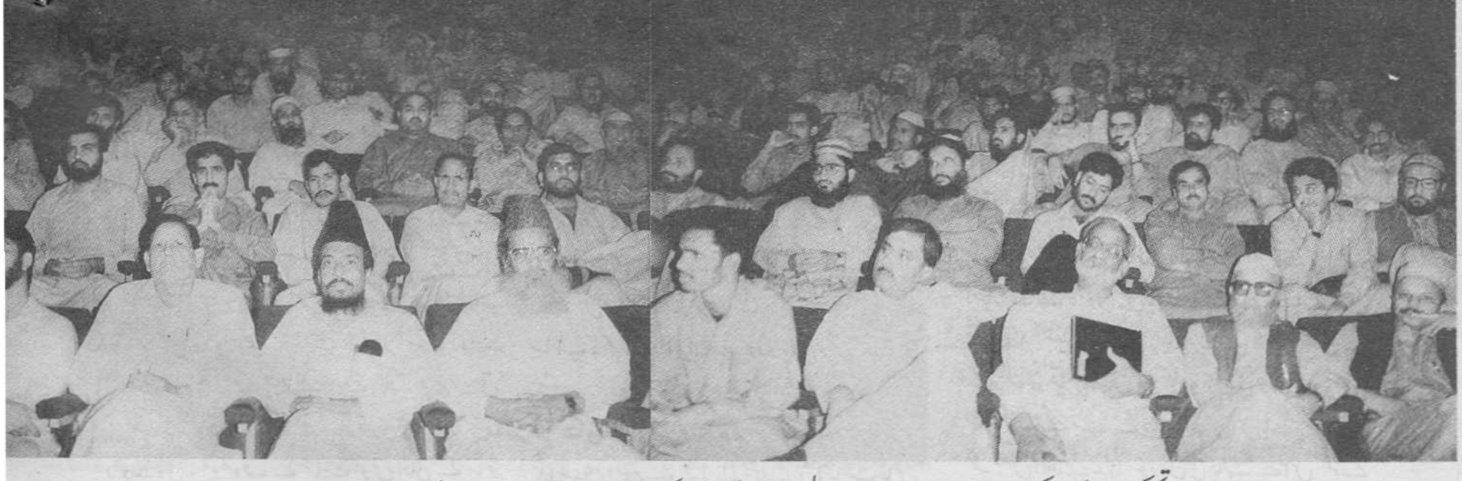

تحریک خلافت کے زیراہتمام منعقدہ سیمینار۔ الحمراء ہال کے ایک گوشے کا منظر۔ سامعین ہمہ تن گوش ہیں

توجہ دو بنیادی باتوں پر مرکوز کرنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان اب ۵۰ برس کا ہو چکا ہے اور اب اس میں مسائل کے حل کے لئے سنجیدگی اور تدبر آ جانا چاہئے۔ اس کے لئے ہمیں اپنے بعض بزرگوں سے اختلاف کرنا پڑے گا اور اپنی قومی غلطیوں کا جائزہ لینا ہو گا۔ سب سے پہلے تو ہمیں اپنے ماضی میں جھانک کر دیکھنا ہو گا کہ قیام پاکستان کی بنیادی وجوہات کیا تھیں؟ دوسری بنیادی بات یہ ہے کہ اگر ہم ایک لمحے کے لئے ماضی کی ان تلخیوں کو مستقبل کے مورخین پر چھوڑ دیتے ہیں تو پھر ہمیں یہ دیکھنا ہو گا کہ اب جو پاکستان ہمارے پاس ہے۔ اس کے استحکام اور ترقی کے لئے کیا بنیاد میسر آ سکتی ہے کہ ہم میں سے ہر ایک جو اس پاکستان میں رہتا ہے یہ اس کی زندگی و موت کا سوال ہے اور اس پر پھر ہر دردمند پاکستانی کو لازماً سوچنا ہو گا۔

میرے مخاطب وہ لوگ نہیں ہیں جو اس رائے کے حامل ہوں کہ "پاکستان کا وجود میں آنا غلط ہے اور اب اسے ختم ہو جانا چاہئے۔" ان لوگوں کے لئے..... ؎

تجھ سے تو کچھ کلام نہیں لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

بلکہ میری گزارشات کا رخ ان حضرات کی طرف ہے جو معاشی' سیاسی' مذہبی' قومی یا ذاتی کسی بھی وجوہ کی بنا پر پاکستان کے استحکام اور بقا کے خواہش مند ہیں۔ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ پاکستان کی بنیاد کیا ہے۔ تحریک پاکستان کے جس انتہائی مرحلے پر "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ" کا نعرہ لگا اور پورا ہندوستان گونج اٹھا' یہ عرصہ ۴۵ء تا ۴۷ء کے دو سال پر محیط ہے' لیکن اس کے بعد مذہبی جماعتیں جب پاکستانی سیاست میں فعال ہوئیں تو انہوں نے اسی نعرے کو سہارا بنایا اور اسی کا راگ الاپا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ گیارہ برس تک پاکستان کے ایوان صدارت سے یہ نعرہ بلند ہوتا رہا۔ میری مراد ضیاء الحق مرحوم کا دور حکومت ہے۔

آپ کو یاد ہو گا کہ قیام پاکستان کے بعد سب سے پہلا اختلاف رائے حسین شہید سہروردی کی طرف کیا گیا۔ انہوں نے کہا تھا کہ قیام پاکستان کا اصل محرک معاشی جذبہ تھا۔ اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ سہروردی صاحب اپنے آخری دور میں کچھ متنازعہ شخصیت بن گئے تھے لہٰذا انہیں معاف کیا جا سکتا ہے' لیکن نورالامین تو آخری وقت تک مسلم لیگی اور پکے پاکستانی رہے تھے۔ انہوں نے بھی اردو ڈائجسٹ کو ایک طویل انٹرویو میں یہی بات کی تھی کہ قیام پاکستان اصل میں معاشی جذبہ تھا۔ مغربی پاکستان سے تعلق رکھنے والے قائداعظم کے نوجوان ساتھی میاں ممتاز احمد دولتانہ نے بھی یہی کہا تھا کہ یہ ایک خاص سیاسی بات تھی اور اس کا دین و مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا پھر اس اختلافی بحث ہم آگے ہی آگے بڑھتے چلے گئے' حتیٰ کہ سردار شوکت حیات نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کا نعرہ کچھ "چھوکروں" نے ایجاد کر لیا تھا' یہ کوئی سنجیدہ بات نہیں تھی اور اسلام سے اس تحریک کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

میرے نزدیک اس "مسئلے" کے تین درجے ہیں جن کو باہم گڈمڈ کرنے سے بات الجھ جائے گی' لہٰذا علیحدہ علیحدہ ان کی تشخیص کر لی جائے تو بہتر ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے کرۂ ارض پر پانی کے تین درجے ہیں۔ ایک سطح زمین پر دریاؤں وغیرہ کی صورت میں' دوسرا ۴۰'۵۰ فٹ نیچے والا پانی ہے جسے نکالنے کے لئے ہینڈ پمپ ہی کافی ہوتا ہے۔ پانی کا تیسرا درجہ ۳۰۰' ۴۰۰ فٹ گہرا پانی ہے جس کے لئے بڑے بڑے ٹیوب ویل لگانے پڑتے ہیں۔ اسی طرح قیام پاکستان کے مسئلے کا پہلا لیول یہ ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر وجود میں آیا۔ یہ پوری دنیا میں مسلمہ اور متفقہ امر ہے کہ دنیا میں مذہب کے نام پر دو ہی ملک آج تک قائم ہوئے ہیں' ایک پاکستان اور دوسرا اسرائیل۔ یہ امر اس لئے بھی تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ یہ نعرہ خواہ چھوکروں نے ایجاد کیا یا بزرگوں نے' یہ حقیقت ہے کہ اگر یہ نعرہ نہ لگتا تو ۴۶ء کے انتخابات میں مسلم لیگ کو مسلمانان ہند کی بھرپور حمایت حاصل نہ ہوتی اور جس بھاری مینڈیٹ کے نتیجے میں پاکستان وجود میں آیا' وہ مسلم لیگ کو کبھی نہ ملتا۔ اس مسئلے کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ اس سوال پر غور کیا جائے کہ آخر تحریک پاکستان کی بنیاد بننے والا اصل جذبہ کیا تھا؟ کیا وہ دینی جذبہ تھا؟ میری ذاتی رائے یہ ہے کہ وہ مذہبی جذبہ ہرگز نہیں تھا۔ اکثر لوگوں کو اس سلسلے سے اختلاف بھی ہو سکتا ہے لیکن یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ تحریک پاکستان کی قیادت ہرگز مذہبی لوگوں پر مشتمل نہ تھی بلکہ بعض چوٹی کے قائدین عملی مسلمان بھی نہ تھے۔ علماء و مشائخ کی حیثیت معاونین کی تھی' خواہ وہ پیر جماعت علی شاہ ہوں یا مولانا شبیر احمد عثمانی۔ جہاں تک باکردار قیادت کا تعلق ہے تو کوئی غیر مسلم بھی اچھے کردار کا مالک ہو سکتا ہے۔ اس لئے یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا کہ تحریک پاکستان کے قائدین میں پختہ اور اعلیٰ کردار کے مالک تھے لیکن معروف معنوں میں مذہبی نہ تھے' لیکن تحریک پاکستان کے محرکات معاشی' سماجی' تمدنی یا ثقافتی بھی نہیں تھے۔ یہ الفاظ ان کے لئے کفایت نہیں کرتے بلکہ میرے نزدیک تحریک پاکستان کا محرک "قومی جذبہ" تھا کہ ایک چھوٹی قوم کو ایک بڑی قوم کا خوف طاری ہو گیا تھا کہ بڑی قوم ہمیں کھا جائے گی۔ ہماری معیشت اور تہذیب و ثقافت کو خطرہ ہے جبکہ چھوٹی قوم نے بڑی قوم پر ایک ہزار سال تک حکومت کی تھی' اس طرح فطری طور پر محکوم قوم میں ایک طرح کا جذبہ انتقام پیدا ہو جانا لازمی امر ہے۔ اب تلوار کے بجائے ووٹ کا زمانہ آ گیا تھا لہٰذا اس چھوٹی قوم کو لاحق خطرہ میں معاشی خطرہ بھی شامل تھا' زبان کا مسئلہ ہی نہیں مذہبی مسئلہ بھی پیدا ہو چکا تھا۔ بڑی قوم شدھی اور سنگھٹن کی تحریکیں چلا رہی تھی۔ بہرحال میں یہ تسلیم کرنے کو تیار ہوں کہ یہ "قومی جذبہ" ایک منفی جذبہ تھا لیکن بہرحال یہ جذبہ موجود تھا۔ قومی جذبہ انسان سے بڑے بڑے کام کروا لیتا ہے۔

اب اس "مسئلے" کے تیسرے درجے کی طرف آتے ہیں۔ جس چھوٹی قوم کو بڑی قوم سے خطرہ لاحق ہو گیا تھا' آخر وہ کس بنا پر ایک قوم تھی؟ کیا وہ نسلی بنیاد پر ایک قوم تھی؟ ہرگز نہیں' ہندوستانی مسلمان نسلی اعتبار سے کھچڑی نہیں' حلیم تھے کہ ان میں سادات' مغل' قریشی' عثمانی' آریائی بھی تھے۔ ترک اور افغان مسلمان قبائل بھی یہاں آ کر آباد ہو گئے تھے۔ پس یہ لوگ نسل کی بنیاد پر ایک قوم نہیں تھے۔ تو کیا زبان کی بنیاد پر ایک قوم تھے؟ ہرگز نہیں' بنگلہ بھاشا' ملیالم' تامل سب کی زبان علیحدہ علیحدہ مگر اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں۔ بنگلہ اور اردو زبان کے جھگڑے نے ہی پاکستان کی کو دولخت کرنے میں اہم کردار ادا کیا لیکن قیام پاکستان سے قبل اردو ہندی تنازع ہندوؤں کے مقابلے میں کھڑا ہو گیا جو لسانی' نسلی قومیت کی بنیاد پر نہیں تھا' تب کیوں کھڑا ہوا تھا' کیا ثقافت کی بنیاد پر ہم ایک قوم ہیں؟ بنگلہ لوگ جس شوق و رغبت سے "ماش بھات" کھاتے ہیں چاہے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے ہوں' ہم شاید اس کے قریب بھی نہ بیٹھ سکیں' کھانا تو دور کی بات ہے۔ لباس کے معاملے میں ہر جگہ مسلمان عورت کا لباس مختلف ہے۔ مثلاً بنگالی عورت کا لباس دیکھ کر پنجابی یا پٹھان عورتیں شاید کہیں کہ یہ تو ننگی ہیں..... غرض ان ہندوستانی مسلمانوں میں کوئی شے قدر مشترک نہیں تھی' ماسوائے دین و مذہب کے' لہٰذا ہم اس حتمی نتیجے پر ہی پہنچتے ہیں کہ پاکستان کی بنیاد صرف اور صرف دین ہی ہے' منطق اور عمرانیات کے تمام اصولوں کی رو سے غور کر لیا جائے تو اس کے سوا کوئی بات سامنے نہیں آئے گی کہ پاکستان کی بنیاد اسلام اور مذہب کے سوا کچھ نہ تھی۔

درحقیقت تحریک پاکستان میں دو قسم کی بجلی کی تاریں ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ ایک وہی رو تھی کہ ہندو کا غلبہ' ہندو کا خطرہ۔ قائداعظم بھی اسی رو کے نمائندے قرار پائے ہیں کیونکہ وہ آخری وقت تک ہندو مسلم اتحاد کے علمبردار رہے اور بہت دیر تک کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کے بیک وقت رکن رہے تھے' لیکن جب انہوں نے ہندو ذہنیت کو قریب سے دیکھ لیا اور پوری طرح اس سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے مسلمانوں کے تحفظ (جس میں معاشی' سیاسی' مذہبی تحفظ بھی شامل ہے) کا بیڑا اٹھا لیا۔ دوسری طرف ایک مثبت کرنٹ بھی دوڑ رہا تھا جس کے نمائندہ علامہ اقبال تھے۔ پاکستان کے مصور' مفکر اور مبشر اقبال تھے اور پاکستان کے بانی' معمار اور موسس محمد علی

جناح تھے لیکن ان دونوں حیثیتوں کو الگ الگ سمجھنا چاہئے۔ ۱۹۳۰ء میں علامہ اقبال نے خطبہ آلہ آباد میں فلسفیانہ اور مفکرانہ انداز میں درحقیقت قیام پاکستان کی "خوشخبری" اور بشارت دی تھی' انہوں نے یہ تجویز دی تھی کہ ہندوستان کے تمام تر شمال مغربی علاقوں میں ایک آزاد مسلمان ریاست قائم ہوگی۔ اس بشارت کے ساتھ انہوں نے قابل غور بات یہ کہی تھی کہ اگر یہ ریاست قائم ہو گئی تو ہمیں اسلام کی تعلیمات پر دور ملوکیت کے پڑے ہوئے پردے ہٹا کر دنیا کے سامنے حقیقی اسلام پیش کرنے کا موقع مل جائے گا۔

گویا حضرت اقبال کی یہ بشارت نظام خلافت راشدہ کی جھلک دوبارہ دنیا کو دکھانے کی کوشش تھی۔ تحریک پاکستان کے اسی مثبت اور ایجابی کرنٹ کو قائداعظم نے بعد میں قبول کیا۔ وہ جانتے تھے کہ اس قوم کو ابھارا نہیں جا سکتا۔ جب تک اس "کرنٹ" کو خوب نمایاں نہ کیا جائے چنانچہ ان کا تاریخی جملہ ہے کہ "ہم پاکستان اس لئے حاصل کرنا چاہتے ہیں کہ یہاں اسلام کے اصول حریت و اخوت و مساوات کا عملی نمونہ دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ اس مثبت کرنٹ کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ تحریک پاکستان جن علاقوں اور صوبوں میں پروان چڑھی وہاں مسلمان اقلیت میں تھے۔

"اس بحث کا دوسرا قابل غور نکتہ یہ ہے کہ ماضی سے قطع نظر آج جو پاکستان موجود ہے' اس کے استحکام اور بقا کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں..... ہمارے پاس کون سی بنیادیں موجود ہیں۔ کسی بھی ملک کے استحکام اور بقا کے لئے درکار عوامل میں سرفہرست تاریخی عناصر یعنی کسی ملک کا مستقل جغرافیہ ہے' مستقل سرحدیں ہیں مثلاً چین' مصر اور ایران ہزاروں سال سے قائم ہیں۔ چین کے ایک بڑے علاقے پر جاپان قابض رہا مگر اس کے باوجود وہ علاقہ چین کو واپس مل گیا اور جاپان کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اس طرح کوریا' نصف صدی تک دو حصوں میں منقسم رہا' جرمنی دو حصوں میں تقسیم رہا' آج بھی دو ویت نام ہیں کہ نہیں۔ آج بھی دو یمن ہیں کہ نہیں..... لیکن کیا وجہ ہے کہ پاکستان دولخت ہوا تو پہلے دن ہی انہوں نے اپنے ماتھے سے مشرقی پاکستان کا لیبل اتار کر خلیج بنگال میں ڈبو دیا۔ اس لئے کہ اب اس کے نام کی کوئی "گڈول" تھی ہی نہیں۔ پاکستان کے نام کی قدر ہی باقی نہیں رہی۔

جغرافیائی اعتبار سے بھی پاکستان کو پہاڑوں یا دریاؤں کی صورت میں قدرتی سرحدوں کی سہولت حاصل نہیں ہے۔ اصلی پاکستان کے دونوں خطوں کے درمیان ایک ہزار میل کا فاصلہ تھا اور ان کے درمیان بدترین دشمن حائل تھا۔ غریب مشرقی پاکستان "مرحوم" تین اطراف سے دشمن میں گھرا ہوا تھا۔ موجودہ پاکستان میں پنجاب کے میدانوں اور دریاؤں کو تقسیم کر کے رکھ دیا گیا ہے اور درمیان میں کوئی باڑھ نہیں ہے' کوئی قدرتی تقسیم نہیں ہے۔ ریاست بہاولپور اور صوبہ سندھ کے وسیع ریگستانی علاقوں میں ٹیلے خود بخود ادھر سے ادھر چلے جاتے ہیں۔ انہیں کوئی پاسپورٹ درکار ہے اور نہ کسی ویزہ کی ضرورت۔ اس طرح جغرافیہ بھی ہماری پشت پر نہیں ہے۔

ان دونوں عوامل کے علاوہ ایک تیسری چیز ہوتی ہے' انسانی جذبہ۔ جب انسانوں کے اندر کوئی جذبہ بیدار ہو جائے تو پھر یہ تاریخ سے بھی لڑ جاتے ہیں' جغرافئے کو بھی شکست دے دیں گے۔ یہ انسانی جذبہ دو قسم کے انتہائی طاقتور جذبوں پر مشتمل ہے۔ ایک قوم پرستی کا جذبہ اور دوسرا مذہبی جذبہ۔

نسلی قوم پرستی کے جذبے کے دو بڑے مظاہر ہمیں جرمن اور یہودی قوم میں نظر آتے ہیں۔ جرمنوں نے اپنی قوم کے بچے بچے کی گھٹی میں یہ بات ڈال دی ہے کہ تم ایک اعلیٰ نسل سے تعلق رکھتے ہو' دنیا پر حکمرانی کرنا تمہارا حق ہے۔ اس طرح اسرائیل بھی یہودی نسل پرستی کی تحریک کے نتیجے میں وجود میں آیا۔ یہودی بچے کی گھٹی میں بھی یہ بات ڈال دی جاتی ہے کہ اعلیٰ نسل ہونے کی بنا پر حکمرانی تمہارا حق ہے جبکہ دوسری قومیں حیوان ہیں۔ انہیں جینے کا بھی کوئی حق نہیں اور ہم جائز' ناجائز ہر طریقے سے حکومت کر سکتے ہیں۔ یونانیوں کے حملے میں دو مرتبہ ان کا ہیکل سلیمانی گرایا گیا۔ ہٹلر نے چالیس لاکھ یہودی تہہ تیغ کر دیئے مگر یہ قوم اب بھی زندہ ہے جبکہ نسلی قوم پرستی کا اہم ذریعہ استحکام قوم بھی ہمیں میسر نہیں۔ لسانی قوم پرستی بھی اہم عنصر ہے جبکہ قائداعظم کی زندگی میں ہی زبان کا جھگڑا پیش آ گیا تھا اور ۷۱ء میں اسی بنیاد پر ملک بھی دولخت ہو گیا۔ آج کے پاکستان میں بھی آبادی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر صوبہ سندھ اپنی سندھی زبان کے مقابلے میں اردو کی بالادستی قبول کرنے کو تیار نہیں۔

ایک زمانے میں سر آغا خان اور زاہد حسین مرحوم نے تجویز پیش کی تھی کہ عربی کو پاکستان کی سرکاری زبان بنانے کا اعلان کر دیں لیکن ہماری بدقسمتی تھی کہ ہم نے اس تجویز پر کوئی توجہ نہ دی اور اس حقیقت کو نہ سمجھا۔ بہرحال اب ہمارے پاس لسانی قوم پرستی بھی نہیں ہے۔ چنانچہ لے دے کر ایک ہی "وطنی قومیت" کا عنصر رہ گیا ہے۔ قائداعظم کا ایک مشہور قول بھی ہے کہ "مسلمان اور ہندو دو الگ الگ قومیں ہیں' محض مذہبی حوالے سے نہیں بلکہ سیاسی بنیادوں پر بھی" اب آخری چارہ کار کے طور پر اس کے علاوہ ہمارے پاس باقی کیا رہ جاتا ہے لیکن میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ پاکستانی قوم پرستی نہ آج تک وجود میں آئی ہے اور نہ قیامت تک وجود میں آ سکتی ہے۔

ٹریپولی میں فاطمہ شہید ہوتی ہے' علامہ اقبال نے یہاں بیٹھ کر اس پر نظم لکھ دی۔ طرابلس میں مسلمانوں کے جھنڈے سرنگوں ہوئے تو ہندوستان میں حمیدالدین فراہی نے اس پر طویل نوحہ لکھ دیا۔ لہٰذا یاد رکھئے کہ اگر وطن کو قومیت پرستی کی بنیاد مانا جائے تو ایک سندھی کے لئے پاکستان کی نسبت سندھ زیادہ اہم ہے۔ اس کے اندر لسانی' تاریخی' ثقافتی' نسلی عوامل بھی ہیں۔ اس لئے میرے نزدیک وطنی قومیت ایک ایسا جانور ہے' جو اپنے دودھ سے اپنا دشمن پالتا ہے۔ سندھی' بلوچی' پنجابی' پٹھان قوم وطنی قومیت کے تحت زیادہ پروان چڑھیں گی۔ اب آخر میں ہمارے پاس مذہبی جذبہ رہ جاتا ہے کہ اسی جذبے نے تاریخ اور جغرافئے کو شکست دی۔ وہی قوم جس نے ۷۱ء میں مشرقی پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا تھا' اسی قوم کے رہنماؤں نے ۱۹۴۰ء میں قرارداد منظور کروائی اور اس میں دو خود مختار ریاستوں کا تذکرہ تھا لیکن انہوں نے کہا کہ نہیں' ہم نے ایک بنانا ہے۔ غرض اس وقت مذہبی اور قومی جذبے کی ایک آمیزش تھی۔ تمام ہندوستان کے مسلمانوں کو باہم ایک نکتے پر متحد کرنے کے لئے صرف مذہبی اور اسلامی جذبہ ہی کارفرما تھا لیکن تحریک پاکستان کے دنوں میں جس مذہبی جذبہ کی ضرورت تھی آج اس سے کچھ مختلف مذہبی جذبے کی ضرورت ہے۔ اس وقت سامنے ہندو سے ہر لحظ مقابلہ درپیش تھا۔ آج ہمارے سامنے ہندو نہیں ہے۔ اس زمانے میں ہر ریلوے سٹیشن پر ہندو پانی اور مسلم پانی الگ الگ ہوتا تھا۔ غرض ہندو بنئے کی تنگ نظری اور متعصب ذہنیت کی وجہ سے مسلمانوں میں مذہبی جذبہ بیدار ہوا اور اس جذبے نے اس صدی کا سب سے بڑا معجزہ برپا کر دیا حالانکہ ایک سال پہلے قائداعظم کیبنٹ مشن پلان کو قبول کر چکے تھے اور اگست ۴۷ء سے چند ماہ قبل گاندھی جیسے شخص نے اعلان کر دیا تھا کہ میری لاش پر سے گزر کر پاکستان بن سکتا ہے۔ برطانیہ میں لیبر پارٹی کی حکومت تھی جو اسلام' قائداعظم اور تحریک پاکستان کی مخالف تھی۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نہرو کا چیلا تھا اور گاندھی خاندان سے ان کے فیملی مراسم تھے۔

ہندو جیسی مکار' سرمایہ دارانہ ذہنیت والی منظم قوم کے مقابلے میں منتشر' پسماندہ' نیم خواندہ مسلمانوں کی کیا حیثیت تھی۔ ان حالات میں قیام پاکستان بلاشبہ اس صدی کا سب سے بڑا معجزہ تھا۔ یہ معجزہ کیونکہ ہوا؟ اسی وعدے کے نتیجے میں اللہ نے ہمیں یہ نعمت پاکستان عطا فرمائی تھی جو ہم نے تحریک پاکستان کے دنوں میں اللہ تعالیٰ سے کیا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں ایم ایس ایف کا ضلعی صدر تھا تو ہم مسلم لیگ کے اجتماعات کے آخر میں رو رو کر یہی دعائیں مانگا کرتے تھے کہ "اے اللہ! ہمیں اس غلامی سے نجات دے دے' ہم تیرے دین کا بول بالا کریں گے' تیرے پاک

نبیؐ کا نظام قائم کریں گے۔" اس وعدے کے جواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے صدا آئی کہ "اللہ زمین میں تمہیں دبدبہ اور طاقت دے گا' اختیارات دے گا' پھر دیکھے گا کہ تم کیا کرتے ہو۔"

آج ہندو ذہنیت کا ہماری نئی نسل کو پتا ہی نہیں۔ بظاہر تو واہگہ کے پار سے "محبت" کے زمزمے بہتے آ رہے ہیں۔ یہ زمزمے خواہ "دور درشن" سے آ رہے ہوں یا واہگہ بارڈر پر مشترکہ جشن کی صورت میں آئیں' دانشوروں کے طائفے آئیں یا طوائفوں کے طائفے ہوں۔ آج میری عمر سے کم کسی شخص کو بھارتی ذہنیت کا تجربہ نہیں ہے۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان کی نئی نسل کو تحریک پاکستان کے ان جذبوں سے روشناس کروایا جائے۔ قائداعظم کے ان فرامین سے آگاہ کیا جائے کہ ہم پاکستان کو اسلامی اصول حریت و مساوات و اخوت کا لائٹ ہاؤس بنائیں گے' ان کو خلافت راشدہؓ کی برکتوں سے فیض یاب کرنے کی ضرورت ہے۔

آج پاکستان جن حالات سے گزر رہا ہے' ان سے نمٹنے کے لئے جنرل حمید گل نے سافٹ انقلاب کی بات کی ہے جبکہ میرے نزدیک سافٹ انقلاب کا آغاز قیام پاکستان کے بعد کے ابتدائی تین سالوں میں ہی ہو گیا تھا۔ قیام پاکستان کے معجزے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مولانا ابوالاعلیٰ مودودی کو شعور و ادراک عطا فرمایا اور انہوں نے مطالبہ دستور اسلامی کی مہم چلائی' پوری قوم نے پذیرائی کی۔ موہنی روڈ پر خالصہ ہائی سکول میں اپریل ۱۹۴۸ء میں مولانا مودودی نے ایک تاریخی جلسے میں مطالبہ نظام اسلامی پر تقریر کی۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے "آزادی کے اسلامی تقاضے" پر تقریر کی۔ میں بھی اس جلسہ میں شریک ہوا تھا۔ اسمبلی میں اس مطالبے کو منظور کروانے میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے کلیدی کردار ادا کیا۔ اس طرح ۴۸ء میں مطالبہ آیا اور ۱۲ مارچ ۴۹ء کو قرار داد مقاصد کی دستور ساز اسمبلی میں منظوری ہوئی۔ اسے میں قیام پاکستان کے معجزے کے بعد دوسرا بڑا معجزہ قرار دیتا ہوں۔ سیکولرزم' الحاد' کمیونزم اور مادہ پرستی کے اس پر آشوب دور میں دس کروڑ انسانوں کی نمائندہ اسمبلی کہہ رہی ہے کہ اس نئی مملکت میں تمام قوانین پر قرآن و سنت کی بالادستی ہوگی۔ ہم عوام کے نمائندے ہیں اور ہم اپنے اختیارات کو انہی حدود کے اندر استعمال کریں گے جو اللہ اور اس کے رسولؐ نے مقرر کر دی ہیں۔ اس کے بعد تمام سیکولر عناصر اسلامی دستور کے خلاف سرگرم ہو گئے حتیٰ کہ اے کے بروہی صاحب نے کہا کہ اگر کوئی ثابت کر دے کہ قرآن میں کوئی دستور ہے تو میں ہزاروں روپے نقد انعام دوں گا۔ اس کے بعد یہ واویلا بھی کیا گیا کہ کس کا اسلام نافذ کریں حنفی' شیعہ' سنی' بریلوی' وہابی' کس کا اسلام؟ ان دگرگوں حالات میں ایک اور تیسرا معجزہ ہوا اور شیعہ' بریلوی' دیوبندی' جماعت اسلامی اور اہل حدیث تمام مکاتب فکر کے چوٹی کے ۳۱ علمائے کرام نے اسلامی دستور کے لئے ۲۲ متفقہ نکات منظور کر لئے۔

خان لیاقت علی خان نے اسی فضا میں عالم کفر کو بڑا زبردست مکا دکھایا تھا اور یوم پاکستان کی پریڈ میں لیاقت علی خان نے مسلمان ملکوں کے فوجی دستے لا کر شریک کر دیئے۔ کراچی کی سڑکیں ان کے بوٹوں کی دھمک سے لرز رہی تھیں اور بھارت کو بتا دیا تھا کہ ہم اکیلے اور تنہا نہیں ہیں۔ یہ تھا سافٹ انقلاب جو آ رہا تھا مگر اس کے بعد پاکستان کے داخلی حالات میں ایک بدترین فاش غلطی ہوئی جس کا فائدہ بیرونی قوتوں نے بھی اٹھایا۔ بدقسمتی سے اس غلطی کی ابتدا بھی مولانا مودودی مرحوم سے ہوئی جب انہوں نے الیکشن کے میدان میں آنے کا فیصلہ کیا۔ اس کے بعد اسلام قومی ایشو کی بجائے پارٹی ایشو بن کر رہ گیا۔ جماعت اسلامی کے بعد دیگر مذہبی قوتیں بھی جماعتیں بنا کر اس میدان میں کود پڑیں۔ کامیابی تو کسی کو کیا ہونا تھی' ہر پارٹی کا اپنا اپنا اسلام بن کر رہ گیا۔ اسی فیکٹر نے فرقہ پرستی کو ہوا دی۔ ان داخلی عوامل سے بیرونی قوتوں نے فائدہ اٹھایا۔ بیرونی قوتوں میں عام طور پر امریکہ اور سوویت یونین کا ہاتھ تصور کیا جاتا ہے لیکن درحقیقت امریکہ وغیرہ کے پس پردہ یہودی ہاتھ کار فرما ہوتا ہے۔ علامہ اقبال نے اس کے متعلق فرمایا ع "فرنگ کی رگ جاں پنجہ یہود میں ہے" یہ یہودی "ایول فورس" کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتی کہ دنیا کے کسی خطے میں اسلام کے عادلانہ نظام کا ظہور ہو لیکن ۱۹۳۰ء میں اقبال نے واضح کر دیا تھا کہ دور ملوکیت اور عرب امپیریلزم کے دور میں اسلام کے نظام حیات پر جو پردے پڑے ہوئے تھے' ہم انہیں ہٹا کر اسلام کی حقیقی مدنی صورت دنیا والوں کو دکھا دیں گے۔ بہرحال ۱۹۳۶ء میں علامہ اقبال نے یورپ میں چھ سال تک رہ کر "ابلیس کی مجلس شوریٰ" نامی نظم لکھی۔ اس میں انہوں نے یہودیوں کی اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں کو بے نقاب کیا اور امت مسلمہ کی انقلابی قیادت کو اجاگر کیا ہے۔ میں اس نظم پر امریکہ میں بیٹھ کر گھنٹوں درس قرآن دے چکا ہوں۔ بہرحال پاکستان میں سافٹ انقلاب کا رخ بدلنے کے لئے یہودی آلہ کاروں نے جہاں مذہبی قیادت کے انتشار سے فائدہ اٹھایا' وہاں ۵۸ء میں پاکستان سے جمہوری بساط لپیٹ کر مارشل لاؤں کی بنیاد رکھ گئی۔ ایوب خان کو امریکہ بلا کر ان سے سودے بازی کی گئی۔ یہ ایک لمبی داستان ہے' اس لئے تفصیل میں جائے بغیر میں یہاں صرف قرآن کریم کی سورہ انفال کی آیت ۲۶' ۲۷ اور ۲۸ کا ترجمہ پیش کروں گا بالخصوص آیت نمبر ۲۶ پاکستان کے حالات کی بعینہ عکاسی کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : "(اے اہل پاکستان) ذرا یاد کرو جب کہ تم اقلیت میں تھے اور زمین میں دبائے جا رہے تھے (وہی ہندو اکثریت کا خوف اور تحریک پاکستان کا پورا نقشہ) تمہیں خوف لاحق تھا کہ لوگ تمہیں اچک کر لے جائیں گے (سماجی' معاشی' تہذیبی' مذہبی' لسانی استحصال کا خوف).....

اب آیت کے اگلے حصے میں ان تین چیزوں کا جواب اللہ تعالیٰ اس طرح دے رہے ہیں کہ......

"اللہ تعالیٰ نے تمہیں پناہ دی' اپنی خاص نصرت سے تمہاری مدد کی (۴۸ء اور ۶۵ء کی جنگوں میں جس طرح اللہ نے ہماری مدد کی' وہ ہمارے سامنے ہے کہ بی بی سی "فال آف لاہور" کی فلم دکھا چکا تھا مگر اللہ نے تائید غیبی سے ہماری مدد کی اور بھارت پاکستان کے ایک انچ رقبہ پر قبضہ نہ کر سکا) اور پھر ہم نے پاکیزہ پھلوں کا رزق عطا کیا (ذرا پاکستان کی اس معاشی خوشحالی کا اندازہ لگایئے جو قیام پاکستان کے بعد ہمیں حاصل ہوئی کہ ہمارے عوام کے پاس کس قدر دولت آ گئی) تاکہ تم ہماری اس نعمت کا شکر ادا کرو۔"

اب اگلی دو آیتوں کا مفہوم ملاحظہ کیجئے :-

"اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو' وعدہ خلافی نہ کرو' اس کی امانت میں خیانت نہ کریں' مملکت خدا داد پاکستان بھی خدا کی امانت ہے ہمارے پاس اور سب کچھ جانتے بوجھتے یہ کام نہ کرو اور ہماری خیانت کی بنیاد حب دنیا حب مال' حب اولاد ہوتی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ آگے فرماتے ہیں کہ یاد رکھو! تمہارے مال اور اولاد تمہارے لئے فتنہ اور آزمائش ہیں اور اصل اجر تو صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی قومی و انفرادی غلطیوں سے سبق سیکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور قرآن کریم کے ارشادات پر غور و فکر کر کے عمل کرنے کی طاقت اور ہمت بھی عطا فرمائے۔ آمین۔

اطلاعات و اعلانات

خورشید عالم گوہر قلم جو کہ صدارتی تمغہ حسن کارکردگی کے حامل ہیں' گزشتہ ہفتے تنظیم اسلامی میں شامل ہو گئے۔ امیر حلقہ پنجاب شرقی جناب اشرف وصی اور میاں نوید احمد موصوف کو تنظیم سے متعارف کرانے میں امیر حلقہ پنجاب شرقی جناب محمد اشرف وصی اور میاں نوید احمد کی مساعی کو خصوصی دخل حاصل ہے۔ ۔گوہر صاحب کو ضیاء الحق مرحوم نے خطاطی کے میدان میں صدارتی تمغہ سے نوازا تھا۔ موصوف کی خطاطی کے فن پارے بھی فیصل مسجد اسلام آباد میں نمائش کے لئے رکھے گئے۔ حال ہی میں گوہر صاحب نے سیرت طیبہ پر ایک ضخیم کتاب تحریر کی ہے۔ موصوف نے "اللہ وحدہ" کے موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مدیر محترم! ندائے خلافت باقاعدگی سے موصول ہو رہا ہے۔ اس کے لئے بے حد ممنون ہوں۔ مقدس افکار و خیالات کا یہ مجلہ عقبی کا زاد راہ اور دنیوی زندگی کو قرآن و حدیث کے مطابق گزارنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ اللہ تعالی ان تمام اصحاب کو جو کسی نہ کسی حیثیت میں تعاون کرتے ہیں جزائے کثیر عطا فرمائے' آمین۔

علامہ شبیر بخاری صاحب کا مضمون اور نعت نظر سے گزری۔ تیس سالہ غزل نگاری کے بعد اب مدحت سید کونین ﷺ کو شعار بنا لیا ہے۔ نعت کے سوا کچھ رقم نہیں کرتا۔ دعا کریں کہ خداوند کریم میری سعی کو مشکور و منظور فرما کر نجات اور بخشش کا ذریعہ بنادے۔

دعاگو' دعاجو
حافظ لدھیانوی

جناب مدیر صاحب!
بڑا مشہور لطیفہ ہے کہ ایک پرندہ چہچہایا اور جب ایک پہلوان سے پوچھا گیا کہ آپ کو اس کی بات سمجھ میں آئی کہ اس نے کیا کہا تو پہلوان نے جواب دیا کہ یہ کہہ رہا تھا کہ "کھا گھی کر کسرت" یہی سوال جب ایک بنئے سے کیا گیا تو اس نے کہا کہ پرندہ کہتا ہے کہ "لہسن پیاز ادرک" اور جب ایک مولوی صاحب سے پوچھا گیا تو وہ فرمانے لگے کہ اس نے کہا کہ "سبحان تیری قدرت" گویا کہ ہر ایک کی فہم کا معاملہ "فکر ہر کس بقدر ہمت اوست" والا ہوتا ہے۔

نہایت ادب کے ساتھ یہ کہنے کی جسارت کر رہا ہوں کہ محترم جنرل (ر) محمد حسین انصاری کے مضمون بعنوان "مخلوق خدا" کو پڑھ کر راقم نے کچھ ایسا ہی تاثر لیا ہے۔ یہ مضمون ندائے خلافت کے شمارہ نمبر ۳۲ میں شائع ہوا ہے۔ اگر وہ اس جسارت کو "خطاء بزرگان گرفتن خطاست" نہ گردانیں تو یہ چند سطور ان کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔

یوں تو دنیا میں روزانہ بے شمار حادثات ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں "خاک میں کیا صورتیں ہوں گی کہ پنہاں ہو گئیں" والا معاملہ ہوتا ہے اور کسی دانشور کو اتنی فرصت نہیں ہوتی کہ کسی بڑے سے بڑے حادثے پر بھی کوئی رائے زنی کرے البتہ لیڈی ڈیانا کا تعلق چونکہ برطانیہ کے شاہی خاندان سے تھا لہٰذا اہل برطانیہ نے اس کا خوب خوب سوگ منایا اور اہل یورپ نے بھی "آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں" کا حق ادا کیا۔ ہمارا تعلق بھی برطانیہ سے کسی نہ کسی حوالہ سے رہا ہے لہٰذا ہمارے پریس نے بھی "خیال خاطر احباب چاہئے ہر دم" والا رویہ اختیار کیا اور تو اور اسلامی انقلاب کے نقیب اخبار نے بھی خاصا کوریج دیا لیکن راقم کے لئے یہ بھی حیرت کا باعث بنا کیونکہ جو "عوامی اسلامی انقلاب" برپا کرنا چاہتے ہیں انہیں لازماً "چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی" کی روش اختیار کرنی پڑتی ہے۔ البتہ راقم کا ماتھا تو اس وقت ٹھنکا تھا جب ایک معروف دینی جماعت کے لیڈر نے اسے شاہی خاندان کی سازش کا شاخسانہ قرار دیا تھا۔ بہرحال اطمینان اس بات کا ضرور تھا کہ ہمارا کوئی جریدہ اس رو میں نہیں بہا۔ لیکن افسوس کہ ایسا ہو گیا اور وہ کسی "گیاہ ضعیف" کے ناتجربہ کار قلم کے ذریعہ نہیں بلکہ اکابرین تنظیم میں سے ایک ایسے فرد کے قلم کے ذریعہ جن کی صلاحیتوں کو بہرحال تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ مغربی تہذیب کے گلیمر کو علامہ اقبال جیسے عظیم مفکر نے بھی تسلیم کیا تھا خواہ اسے "جھوٹے نگوں کی ریزہ کاری" ہی قرار دیا ہو۔ لیڈی ڈیانا کی زندگی بھی گلیمر سے بھرپور تھی اور اس کی موت پر بھی گلیمر کا عظیم مظاہرہ ہوا۔ یہ مغربی تہذیب کا ایک حصہ ہے اور اس میں کوئی بات غیر معمولی نہیں۔ لیکن اس گلیمر کی بنیاد اس جملہ کے ذریعہ ظاہر کی گئی ہے "عوام کی جانب سے یہ سب کچھ اس احسان کا بدلہ تھا جو ڈیانا نے اللہ کی نادار مخلوق سے کیا تھا"۔ اس عاجز کی رائے میں اس بات میں کوئی وزن نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو حال ہی میں مدر ٹریسا کا انتقال ہوا ہے۔ وہ مدر ٹریسا جس نے بظاہر ایک پاکباز عورت کی زندگی بسر کی اور جس کی انسانی خدمات کے اعتراف میں اسے نوبل پرائز سے نوازا گیا لیکن اس عظیم خاتون کی موت پر وہ گلیمر نظر نہیں آیا۔ کیونکہ اس کی موت کی ماڈرن صحافت کو کوئی قیمت نہیں مل سکتی تھی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک داعی کو دعوت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہئے لیکن اگر "شاخ نازک" پہ آشیانہ بنانے کی کوشش کی جائے گی تو اس کا نتیجہ ظاہر و باہر ہے۔ تنظیم اسلامی کا ہر رفیق نیکی کے اس قرآنی تصور سے آگاہ ہے جسے امیر محترم نے "آیہ بر" کے حوالے سے واضح کیا ہے۔ محترم انصاری صاحب کو دعوت فکر ہے کہ وہ غور فرمائیں کہ کیا ان کی دعوت کا انداز اس تصور سے متصادم تو نہیں؟

محمد سمیع' کراچی

مایوس وہ ہو جسے منزل نظر نہ آتی ہو!

نجیب صدیقی' کراچی

ہماری منزل تو آخرت ہے۔ دنیا کی بے شمار پگڈنڈیوں میں سے گزر کر ہمیں وہاں پہنچنا ہے۔ ان بے شمار پگڈنڈیوں میں ایک راستہ حق کا ہے۔ اس راستے پر چلنے والوں کو دشواریاں ضرور پیش آتی ہیں۔ شیطان اس راستے کو مسدود کرنے کے لئے بے شمار رکاوٹیں کھڑی کرتا ہے۔ اس پر چلنے والوں کو مایوس کرنے کے لئے بے شمار اندیشوں میں مبتلا کرتا ہے۔ فقر و فاقہ سے ڈراتا ہے۔ دنیا کو نہایت مزین بنا کر پیش کرتا ہے۔ بچوں کے مستقبل کا واسطہ دیتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اس راہ کا چلنے والا راہی اگر اس راستے سے ہٹا تو دنیا کی لذتوں میں کھو جائے گا۔ معیار زندگی بڑھانا ہی اس کے پیش نظر ہو گا۔ وہ سمجھاتا ہے کہ دیکھو تمہارے ارد گرد جو لوگ ہیں وہ بھی بال بچے والے ہیں کیا وہ بے وقوف ہیں؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم نے اپنے لئے مشکل راہ اختیار کی ہے۔ یہ دانشور لوگ بھی علم و فن سے آراستہ ہیں دنیا ان کے قدموں میں ہے اور ایک تم ہو!

معاشرہ کے وہ لوگ جو شیطان کی چال میں گرفتار ہو چکے ہیں وہ بھی ناصح مشفق بن کر سامنے آتے ہیں۔ ارے میاں! تم نے اپنے آپ کو برباد کر لیا ہے۔ کتنی اچھی صلاحیت کے مالک ہو اگر چاہتے تو کسی سے پیچھے نہیں رہتے۔ اللہ اللہ کرنے کا وقت آئے گا تو کر لینا فلاں کو دیکھو فلاں کو دیکھو! دیکھتے ہی دیکھتے یہ لوگ کتنے آگے نکل گئے۔ ان کے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے! کیا تم انہیں بے وقوف سمجھتے ہو؟

یہ رکاوٹیں ہر اس شخص کو پیش آتی ہیں جو دین کی سربلندی کو اپنا مشن بناتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اصل کامیابی تو آخرت کی کامیابی ہے دنیا تو یہیں رہ جانے والی شے ہے۔ آج تک کوئی ایک آدمی بھی دنیا کو اپنے ساتھ نہیں لے گیا سب کچھ چھوڑ کر جاتا ہوتا ہے۔

اس کا عزم شیطان کے اس کید کو پھاڑ دیتا ہے وہ معاشرے کے جھوٹے معیارات کو ٹھکرا دیتا ہے "اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیتا ہے۔ اس سے بڑا سہارا اور کیا ہو سکتا ہے۔

یہی وہ کتاب ہے جس کو حرز جاں بنانے والی قومیں دنیا و آخرت میں سرخرو ہوئیں اور اس سے اعراض کرنے والے دنیا و آخرت میں برباد ہو کر رہ گئے۔

عوامی اسلامی انقلاب برپا کرنے کا عوامی طریقہ؟

ایم کیو ایم کا طرزِ سیاست "مہاجروں" کے لئے مفید نہیں

گیاہ ضعیف' کراچی

اس ماہ کی اہم خبروں میں سے ایک خبر اشتیاق اظہر کی ایم کیو ایم کی رابطہ کمیٹی کے کنوینر کی حیثیت سے معزولی ہے۔ ایم کیو ایم کے طرز سیاست پر اظہار خیال کی آزادی ہر شخص کا جمہوری حق ہے اور گزشتہ دس بارہ سال کے دوران اس موضوع پر رائے زنی ہوتی رہی ہے' جس پر میں اس وقت "مشق سخن" کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔ البتہ اس معاملے میں اسلامی انقلاب کے بزعم خود نقیب اخبار کے طرز صحافت پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ صحافت کو ریاست کا چوتھا ستون قرار دیا جاتا ہے لیکن ملک میں پھیلی ہوئی کرپشن کی فضا میں یہ شعبہ بھی اس سے اپنے آپ کو محفوظ نہیں رکھ سکا ہے۔ لہٰذا اسی حوالے سے زرد صحافت کی اصطلاح سامنے آئی ہے۔ تاہم صاف ستھری' دیانت اور صداقت پر مبنی صحافت کے دعویدار بھی اگر یہی روش اختیار کریں جس کی شکایت لوگوں کو دیگر اخبارات سے ہے اور جب اسلامی انقلاب کی نمائندہ اخبار کا بھی یہ حال ہو تو ملک میں اور کون سی قوت باقی رہ جاتی ہے جو معاشرے کی اصلاح کا فریضہ انجام دے سکے۔

اس سے پہلے کہ بات آگے بڑھے' میں اس کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں کہ ایک مہاجر ہونے کے باوجود میں ایم کیو ایم کے طرز سیاست کو مہاجر برادری کے لئے مفید نہیں بلکہ مضر سمجھتا ہوں اور یہ کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ اس کے طرز سیاست سے یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی مظلوم قوم کی علمبردار پارٹی اس کے حقوق کی بازیافت کے لئے کسی بیرونی اور غاصب حکومت سے برسرپیکار ہو۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ جس برادری سے لاکھ اختلاف کے باوجود اس کی حب الوطنی پر قسمیں کھائی جاتی تھیں آج اس کے اس جذبہ کو شک کی نگاہ سے دیکھنے والے بھی موجود ہیں اگرچہ یہ کہ پارٹی کی غلطیوں کو پوری برادری پر تھوپنا کسی طرح بھی درست نہیں۔

وطن عزیز میں سندھ نیشنل فرنٹ' اے این پی اور دیگر جماعتیں بھی موجود ہیں جو اپنی اپنی قومیتوں کے حقوق کی جدوجہد میں مصروف ہیں لیکن ان کے طرز سیاست کی بناء پر ان کی حب الوطنی پر آج تک کسی نے شک کا اظہار نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایم کیو ایم نے مہاجر قومیت کا نعرہ بلند کر کے اپنے آباؤ اجداد' جو پاکستان کی جدوجہد میں شہید ہوئے کے خون سے غداری کی ہے' جس کی سزا آج پوری مہاجر برادری بھگت رہی ہے۔ بہرحال آمدم برسر موضوع۔ اشتیاق اظہر کے ایم کیو ایم سے نکالے جانے کے بعد مذکورہ اخبار نے بغیر موقع ضائع کئے ان کا ایک تفصیلی انٹرویو لیا جس کے اقتباسات وہ دو دنوں تک شائع کرتا رہا اور پھر تقریباً چار پانچ دنوں تک اس نے ایک اشتہار کی صورت میں جلی حروف میں اشتیاق اظہر سے منسوب بیان "مجھ سے گن پوائنٹ پر استعفاء لیا گیا"۔ چھاپتا رہا' جس کے نیچے یہ عبارت درج ہوئی تھی۔ "ایم کیو ایم رابطہ کمیٹی کے مستعفی کنوینر اشتیاق اظہر کا پہلا سنسنی خیز انکشافات پر مشتمل تفصیلی انٹرویو جسارت کے سنڈے میگزین میں ملاحظہ فرمایئے"۔ ایک اصولی جماعت کے آرگن کی حیثیت سے مجھے یہ توقع تھی کہ اس انٹرویو میں بہت ساری باتیں پڑھنے کے لائق ہوں گی۔ سنڈے میگزین میں بھی چار سطور پر مبنی ہیڈ لائنوں میں سے بولڈ لائن کچھ یوں تھی۔ "بھونڈا الزام لگا کر گن پوائنٹ پر استعفاء لیا گیا" اشتیاق اظہر۔ اب قارئین اس کی تفصیلات اشیاق اظہر کی زبانی ملاحظہ فرمائیں جو اس انٹرویو میں درج کی گئی ہیں اور صحافتی دیانتداری کی داد دیں۔

"دو ماہ ہوئے جب الطاف حسین صاحب تمام حق پرست ارکان قومی و صوبائی اسمبلی اور سینٹرز سے خطاب کر رہے تھے' میں نے وہاں کہا کہ اب میں ایم کیو ایم کا کنوینر نہیں رہنا چاہتا اور مجھے سبکدوش کر دیا جائے اور وہاں سے واک آؤٹ کر گیا۔ پھر بھی انہوں نے یہ بات تسلیم نہیں کی۔ اس لئے بڑی حیرت کی بات ہے کہ جب میں حسب معمول ۸ یا ۷ تاریخ کو ایم کیو ایم کے دفتر گیا اور اپنی سیٹ پر بیٹھا تو اس وقت تمام لوگ جمع ہو گئے اور مجھ سے کہا گیا کہ آپ استعفاء دے دیں۔ انیس قائم خانی ایڈووکیٹ صاحب کھڑے ہوئے اور مجھ پر حملہ کرنا چاہا۔ واسع جلیل صاحب نے کہا کہ ہم آپ کا گھر جلا دیں گے۔ میں یہ سوچتے ہوئے کہ گھر میرے چھوٹے بیٹے کا ہے' میرا گھر ہوتا تو میں پرواہ نہ کرتا۔ جو کچھ انہوں نے کیا میں کہہ سکتا ہوں کہ انہوں نے بندوق کی نالی پر مجھ سے استعفاء لکھوایا۔ یہ بڑا بدتمیزی کا فعل سرزد ہوا۔ جو شخص خود پہلے استعفاء دے چکا تھا اس سے جبر کے بغیر بھی استعفاء لیا جا سکتا تھا"۔

قارئین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ محاورہ کے طور پر ادا کئے ہوئے فقرے پر کس طرح سسپنس پیدا کیا گیا۔ اس قسم کی حرکتیں شام کو چھپنے والے اخبارات کیا کرتے ہیں۔ اسلامی انقلاب کے علمبرداروں کو یہ ہرگز زیب نہیں دیتیں۔

اس انٹرویو کا ایک دوسرا رخ بھی آپ کو دکھانا چاہتا ہوں۔ آج کل وہ اسلامی انقلابی جماعت جس کی نمائندگی یہ اخبار کر رہا ہے' نواز شریف کی مخالفت میں پیش پیش ہے۔ نواز دشمنی کا اظہار اس اخبار میں اس طرح کیا گیا کہ اس انٹرویو کے درمیان ایک تصویر شائع کی گئی جس میں نواز شریف کو الطاف حسین اور عظیم احمد طارق کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اظہار یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے اور اس کے نیچے یہ عبارت لگائی گئی ہے۔ "وزیراعظم نواز شریف کے سابقہ دور کی ایک یادگار تصویر۔ یہ اظہار یکجہتی تھا یا الطاف حسین اور عظیم احمد طارق مرحوم کو الگ الگ کر دینے کا انداز"۔ قارئین! اسے کہتے ہیں ایک تیر سے دو شکار۔

"ہفتہ رفتہ کی خبریں"
اہلیان پاکستان باادب باملاحظہ ہوشیار!
تاجدار برطانیہ ملکہ عالیہ (خوش دامن لیڈی ڈیانا)
ایلزبتھ ثانی تشریف لاتی ہیں

کاروانِ خلافت منزل بہ منزل

ضلع دادو میں سات دن

تنظیم اسلامی شرقی نمبر۲ کے امیر اعجاز لطیف صاحب کی قیادت میں کراچی کی تنظیموں کے ۱۴ رفقاء بذریعہ ٹرین ۶ ستمبر کو دادو پہنچے۔ اس قافلہ میں حلقہ سندھ و بلوچستان کے امیر نسیم الدین صاحب بھی ایک "مامور" کی حیثیت سے شامل تھے۔ تنظیم اسلامی اسرہ دادو کے نقیب جناب ڈاکٹر علی خان لغاری نے ہمارا اسٹیشن پر استقبال کیا اور ہمیں اپنے دولت خانہ پر آرام کے لئے لے گئے اور صبح ناشتہ سے بھی نوازا۔ ناشتہ سے فراغت کے بعد ہم شاہانی محلّہ کی جامع مسجد میں منتقل ہو گئے۔ "تحیۃ المسجد" کی ادائیگی کے بعد باہمی تعارف کی نشست ہوئی۔

کھانے سے فراغت کے بعد نماز ظہر ادا کی گئی۔ اس کے بعد نسیم الدین صاحب نے سورۂ صف کی آیات کے حوالے سے گفتگو کی اور حاضرین کو اپنے طرز عمل پر غور و فکر کرنے کی دعوت دی۔ بعد ازاں تنظیم کا تعارف کروایا اور ہماری آمد کا مقصد بیان کیا۔ بعد نماز عصر محلّہ میں گشت کا پروگرام ہوا۔ محمد نسیم الدین صاحب' ڈاکٹر لغاری صاحب کے ہمراہ خصوصی انفرادی ملاقاتوں کے لئے روانہ ہو گئے۔ بعد نماز مغرب اعجاز لطیف صاحب نے آیت "بر" کے حوالے سے ایک موثر درس قرآن دیا' جسے حاضرین نے بہت پسند کیا۔

۷/ ستمبر بروز اتوار تہجد اور نماز فجر کے بعد عبدالمقتدر صاحب نے سورۃ فرقان کے آخری رکوع کا درس دیا اور حاضرین کو عبادالرحمٰن کے اوصاف بتائے۔ آرام اور ناشتہ کے بعد ۹ بجے مطالعہ لٹریچہ کا پروگرام شروع ہوا۔ تعارف تنظیم اسلامی نامی کتابچہ کے عقائد والے حصہ پر مذاکرہ ہوا جسے جناب اعجاز لطیف اور عبدالمقتدر صاحب نے conduct کیا۔ نماز ظہر کی ادائیگی اور آرام کے بعد نسیم الدین صاحب نے تنظیم کی اساسی دعوت' تجدید ایمان' توبہ اور تجدید عہد کے موضوع پر گفتگو کی۔ بعد میں راقم نے جہاد فی سبیل اللہ کے حوالے سے مطالعہ حدیث کروایا۔ اس کے بعد محلّہ میں گشت کا پروگرام ہوا۔ جناب ڈاکٹر علی خان لغاری کے ہمراہ نسیم الدین صاحب خصوصی انفرادی ملاقاتوں کے لئے روانہ ہوئے۔ قابل ذکر ملاقات جمعیت تعلیم القرآن کے مقامی صدر جناب گل محمد سومرو صاحب سے تھی۔ بعد نماز مغرب اعجاز لطیف صاحب نے انتہائی خوبصورت پیرائے میں سورۃ حج کے آخری رکوع کے حوالہ سے مسلمانوں پر تبلیغ دین کے فریضہ کی اہمیت کو واضح کیا۔

۸/ ستمبر بروز پیر عبدالمقتدر صاحب بعد نماز فجر درس قرآن کے بعد ہم دڑہ روڈ کی مسجد میں منتقل ہو گئے۔ اس سے قبل ہم نے امام جامع مسجد شاہانی محلّہ سے ملاقات کی اور انہیں سندھی زبان میں امیر محترم کی کتابوں کا ایک سیٹ ہدیتاً پیش کیا۔ نسیم الدین صاحب کو چونکہ لاہور میں مشاورت کے اجلاس میں شرکت کرنا تھی اس لئے وہ اجازت لے کر واپس چلے گئے۔ ناشتہ کے بعد رفقاء کو دو گروپوں میں تقسیم کیا گیا۔ ان کے سینوں پر "ایپرن" باندھا گیا جس میں "ہمارا مطالبہ ہماری اپیل دستور خلافت کی تکمیل" تحریر تھا۔ ساتھ ہی تنظیم کا دعوتی اور تعارفی لٹریچر نیز پوسٹ کارڈ بھی دیئے گئے۔ رفقاء کا جذبہ دیدنی تھا۔ دادو شہر کی گرمی عروج پر تھی' اس کے باوجود انتہائی محنت اور مشقت کے ساتھ بھرپور دعوتی اور تعارفی کام کیا۔ بازاروں اور گلیوں میں گھومتے ہوئے آخر کار یہ دونوں گروپ محمدی' مسجد پر آکر مل گئے۔ بہت سے لوگوں نے دریافت کیا کہ کیا "طالبان" آگئے ہیں۔ نماز ظہر کے بعد راقم نے مطالعہ حدیث کرایا۔ بعد نماز عصر دڑہ مسجد کے گرد و نواح میں گشت کر کے درس قرآن کی دعوت دی گئی۔ اعجاز لطیف صاحب نے بعد نماز مغرب سورۂ آل عمران کی آیات کے حوالے سے بڑے دل نشین انداز میں سہ نکاتی لائحہ عمل پیش کیا۔

۹/ ستمبر بروز منگل نماز تہجد اور فجر کے بعد عبدالمقتدر صاحب نے سورۂ تغابن پر درس دیا۔ بعد ازاں صبح ۸ بجے ڈاکٹر علی خان لغاری کی ہمراہی میں پھلکی گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ یہاں ہم نے دادو شہر کے طرز پر دعوتی اور تعارفی پروگرام سرانجام دیا۔ رفقاء نے "ایرن" باندھ کر پورے گاؤں کے بازاروں میں تنظیم کو روشناس کرایا۔ ہینڈ بلز اور تعارفی لٹریچرز تقسیم کئے اور جامع مسجد میں قیام کیا۔ بعد ازاں کتابچہ "مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق" کا مذاکرہ کیا گیا۔ دوپہر کے کھانے کا انتظام ڈاکٹر علی خان لغاری کی جانب سے کیا گیا۔ نماز عصر کے بعد مختصر درس حدیث اور پھر گشت کا اہتمام کیا گیا۔ بعد نماز مغرب راقم نے "دینی فرائض کا جامع تصور" سامعین کے سامنے پیش کیا۔

۱۰/ ستمبر کی صبح نوید مزمل صاحب جو تنظیم اسلامی کراچی وسطی کے نیو کراچی اسرہ کے نقیب ہیں' نے سورۃ العصر پر درس قرآن دیا۔ ناشتہ کے بعد قافلہ "پیارو گوٹھ" کی جانب رواں دواں ہوا۔ مقامی رفقاء نے یہاں شوگر ملز کالونی کی جامع مسجد میں ہمارے قیام کا اہتمام کیا تھا۔ پیارو گوٹھ نسبتاً چھوٹا قصبہ ہے۔ اس لئے تنظیم کا بھرپور دعوتی اور تعارفی کام ہوا۔ وہاں کے مکینوں نے بھی ہمارا خصوصی اکرام کیا۔ تنظیم اسلامی سکھر کے امیر جناب غلام محمد سومرو بھی ہماری نصرت کے لئے تشریف لائے۔ بعد نماز عصر گشت کا پروگرام ہوا۔ دو گروپ بنائے گئے ایک گروپ شوگر ملز کے فیملی کوارٹر کی طرف روانہ ہوا جبکہ دوسرا گروپ دوسری جانب۔ ہم نے درس قرآن کی دعوت کے ساتھ ساتھ اپنے لٹریچر اور ہینڈ بلز بھی تقسیم کئے۔ بعد نماز مغرب شوگر ملز کی جامع مسجد میں اچھی خاصی تعداد جمع ہو گئی۔ ان کے سامنے عبدالمقتدر صاحب نے سورۃ مائدہ کی آیات کی روشنی میں اقامت دین کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ شرکاء نے بعد ازاں سوالات بھی کئے۔

۱۱/ ستمبر کو نماز تہجد اور فجر کے بعد سورۂ لقمان کے آخری رکوع کا درس ہوا۔ یہ ہمارے دورۂ کا آخری دن تھا۔ اس لئے یہاں سے فارغ ہو کر براستہ دادو شہر ہم کراچی کے لئے روانہ ہو گئے اور اسی رات بخیر و عافیت کراچی پہنچ گئے۔

الحمدللہ اس پورے دورہ میں تنظیم اسلامی اور اس کے طریقہ کار کا بھرپور طریقہ سے تعارف کرایا گیا۔ ہم اپنے ساتھ جو تعارفی مواد لے گئے تھے وہ ختم ہو گیا۔ دروس قرآن کی محافل میں جو حضرات دلچسپی لیتے تھے' انہیں تنظیم اسلامی کی سندھی زبان میں دعوتی کتب ہدیتاً تقسیم کیں گئیں جو رفقاء اس قافلہ میں شریک تھے ان کی تربیت کے حوالہ سے ہجرت و جہاد اور انفاق فی سبیل اللہ کے جذبہ کی آبیاری ہوئی۔ ہمارے اس دورہ میں جناب فیض الرحمٰن صاحب نے نہایت مستعدی سے ناظم بیت المال کی ذمہ داری نبھائی۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ ہماری ان کاوشوں کو توشہ آخرت بنائے۔ آمین۔ (مرتب : محمد یامین)

امیر حلقہ سندھ و بلوچستان کا دورۂ کوئٹہ

جناب محمد نسیم الدین کے دورۂ حلقہ کے لئے ۲۵ ستمبر ۹۷ء کو کراچی سے روانہ ہوئے۔ دادو کے نقیب اسرہ جناب ڈاکٹر علی خان لغاری سے ملاقات کی اور گزشتہ چھ روزہ پروگرام پر تبادلہ خیال کیا۔ بعد ازاں بذریعہ بولان میل کوئٹہ کے لئے روانہ ہوئے اور ۲۶ ستمبر ۹۷ء کو کوئٹہ پہنچتے ہی انجمن خدام القرآن کے سابق نائب صدر جناب برہان علی سے تفصیلی ملاقات کی اور انجمن خدام القرآن بلوچستان کی کارکردگی کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ شام کو انجمن خدام القرآن بلوچستان کے صدر جناب محمد ادریس سے بھی ملاقات کی۔ (یہ ملاقاتیں مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر موسس جناب ڈاکٹر اسرار احمد کی ہدایت پر کی گئیں)۔ جمعہ ہی کے دن کراچی کے رفیق جناب عمران یونس صاحب سے بھی ملاقات کی جو کہ آج کل روزگار کے سلسلے میں بلوچستان آئے ہوئے ہیں۔

۲۷ ستمبر ۹۷ء ہفتہ : صبح نو بجے سے شام تک رفقاء سے انفرادی ملاقاتیں جاری رہیں' رفقاء کے اسماء گرامی یہ ہیں: محمد ریاض' محمد سلیم' انور شاہ' اقتدار احمد اور راقم سے بھی ملاقات ہوئی اس کے علاوہ دو احباب فیاض صاحب' بہاء الدین سے بھی ملاقات کروائی گئی۔ بعد نماز عصر کوئٹہ تنظیم

کے ذمہ دار حضرات قائم مقام امیر' معتمد' ناظم بیت المال اور نقباء کے ساتھ ایک تربیتی نشست ہوئی جو نماز عشاء تک جاری رہی۔ بعد نماز عشاء تنظیم سے دلچسپی رکھنے والے کیپٹن ظفر عباسی سے رات گئے تک افہام و تفہیم کے انداز میں گفتگو جاری رہی جس کے نتیجے میں انہوں نے تنظیم میں شمولیت اختیار کر لی۔

۲۸ ستمبر ۹۷ء : اتوار چھٹی کا دن ہونے کی وجہ سے بھرپور طریقے سے استعمال کیا گیا۔ صبح ۱۰ بجے درس قرآن کا پروگرام مقامی مسجد میں ہوا جس میں شاہد اسلام بٹ نے سورۂ فتح کے آخری رکوع کے حوالے سے صلح حدیبیہ کے واقعات پر روشنی ڈالی۔ بعد میں رفقاء' تنظیم کے بزرگ ساتھی نور بخش صاحب کے گھر پر اکٹھے ہو گئے' جہاں پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق امیر حلقہ نے تنظیمی امور پر آیات قرآنی اور حدیث رسولؐ کے حوالے سے چار بڑے اہم لیکچر دیئے جو شام چھ بجے تک جاری رہے۔ اجلاس میں رفقاء کی حاضری بڑی حوصلہ افزاء رہی۔ شام کو بعد از مغرب قائم مقام امیر اور ناظم بیت المال نے امیر حلقہ کے ساتھ دس بجے تک وقت گزارا اور مقامی اہم امور سے آگاہ کیا۔

۲۹ ستمبر ۹۷ء : رفیق تنظیم محمد ریاض نے اپنے دوست محمد فیاض سے ملاقات کرائی' جو تنظیم میں شمولیت پر منتج ہوئی۔ امیر حلقہ کراچی نے روانگی سے قبل چند دیگر رفقاء سے بھی ملاقاتیں کیں جن میں جناب محمد طارق' محمد کامران' اور راقم بھی شامل تھے۔ (مرتب : عمر دراز' معتمد عمومی)

حلقہ پنجاب شمالی کے وفد کی
اسسٹنٹ کمشنر راولپنڈی سے ملاقات

مرکزی شوریٰ کے فیصلے کے مطابق حلقہ کی سطح پر امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو کرنے کے لئے ۱۰/ اگست ۹۷ء کی حلقہ جاتی شوریٰ میں فیصلہ کیا گیا کہ ناظم حلقہ کی قیادت میں کمیٹیاں بنائی جائیں۔ ہر رفیق انفرادی حیثیت میں یہ کام نہیں کرے گا بلکہ کمیٹیاں پورے غور و خوض کے بعد فیصلہ کریں گی۔ چنانچہ فیصلہ کیا گیا کہ سردست راولپنڈی' اسلام آباد سے اس کام کا آغاز کیا جائے اور فحش پوسٹرز و ہورڈنگز کے خلاف مہم چلائی جائے۔ اس مقصد کے لئے حسب ذیل رفقاء چنے گئے۔ راقم (شمس الحق اعوان)' محمد طفیل گوندل۔ راولپنڈی شہر سے عتیق الرحمن' محمد شمیم اختر' آفتاب عباسی اور راولپنڈی کینٹ سے رؤوف اکبر' اشتیاق حسین' ازرم بھٹی اور عزیز الرحمن شامل تھے۔ اسلام آباد سے پروفیسر غلام رسول غازی' رانا عبدالغفور' عظمت ممتاز ثاقب وفد میں شامل ہوئے۔

امیر حلقہ کی ہدایت کے مطابق ایک وفد ترتیب دیا گیا جس میں راقم کے علاوہ محمد ازرم بھٹی اور عزیز الرحمن شامل تھے۔ یہ وفد ۸ ستمبر ۹۷ء کو اسسٹنٹ کمشنر راولپنڈی جناب فرخ بشیر ربانی سے ملا اور انہیں عرضداشت پیش کی کہ راولپنڈی کے سینما گھروں اور سڑکوں پر فحش نوعیت کے پوسٹر اور ہورڈنگز لگے ہوئے ہیں جو کہ ملکی قانون کی رو سے غیر قانونی ہیں۔ روٹ پر چلنے والی سوزوکی پک اپ کی اگلی سیٹ پر دو دو خواتین کو بٹھانا اور ڈرائیور حضرات کا ان خواتین کے ساتھ غیر اخلاقی حرکات کرنا روزانہ کا معمول ہے اور اس کی شکایات آئے دن آتی رہتی ہیں۔

اسسٹنٹ کمشنر صاحب نے جواباً فرمایا کہ آپ کی ان باتوں سے مجھے سو فیصد اتفاق ہے اور چند دن قبل بھی میں نے راولپنڈی شہر سے اس گندگی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ہمارے جانے کے بعد وہ پھر اسی حرکت کا اعادہ کرتے ہیں اکیلی انتظامیہ بے بس ہو جاتی ہے۔ لوگ سیاسی دباؤ اور مظاہروں کے ذریعے انتظامیہ کو مفلوج کر دیتے ہیں۔ معاشرہ میں ہمارے اچھے کام کو کوئی نہیں سراہتا۔ میں نے ایک تجویز دی ہے کہ خواتین کے لئے الگ بسیں چلائی جائیں۔ سینما گھروں کے مالکوں اور ٹرانسپورٹروں سے بھی پہلے بھی میٹنگز کی ہیں۔ اب آپ کی عرضداشت کے نتیجے میں دوبارہ ملاقات کروں گا۔ آپ لوگ بھی عوام کی تربیت کریں اور انہیں ان کے نتائج بد سے آگاہ کریں۔ موصوف نوجوان ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ حال ہی میں CSS کر کے آئے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر معاشرے میں جان ہو اور برائیوں کے خلاف منظم ہو جائے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ باحسن خوبی پورا ہو سکتا ہے بشرطیکہ منزل متعین ہو اور جرات رندانہ ہو۔ بقول شاعر ؎

منزل کی تمنا ہے تو درکار ہے جرات
رستے سے ہٹا دیجئے جو سنگ گراں ہو

(مرتب : شمس الحق اعوان)

پنڈی کیمپ کا ماہانہ دعوتی اجتماع

دعوتی اجتماع میں شرکت کے لئے ناظم حلقہ پنجاب شمالی محترم شمس الحق اعوان صاحب اور محترم محمد طفیل گوندل صاحب پنڈی کیمپ تشریف لائے۔ بعد از نماز عصر درس قرآن مجید تنظیم کے دفتر میں منعقد ہوا۔ پروگرام کا آغاز محترم شمس الحق اعوان نے سورۃ القیامہ کی آیات کی تلاوت سے کیا۔ ناظم صاحب نے قرآن مجید کی مختلف آیات اور حضور پاک ﷺ کے فرمودات کی روشنی میں قیامت کی نشانیوں کو بیان کیا۔ بعد میں ناظم حلقہ نے درس قرآن مجید میں شریک رفقاء کو متوجہ کرتے ہوئے کہا کہ نبی رحمت ﷺ نے جس معاشرے کی بنیاد رکھی وہ معاشرہ جن اعلیٰ خوبیوں سے مزین تھا۔ ان میں ایک سب سے بڑی خوبی آخرت کا یقین تھا۔ جس کی وجہ سے اگر ان لوگوں سے کوئی جرم ہوتا بھی تھا تو وہ چاہتے تھے کہ دنیا میں ہی اس کا ازالہ کر دیں۔ اس ضمن میں انہوں نے بعض واقعات بھی سنائے اور اس معاشرے کا تقابلی جائزہ موجودہ معاشرے سے کیا۔ اصل انقلاب جس سے نسل انسانی سکھ پا سکتی ہے وہ انقلاب نبوی ﷺ ہی ہے۔ اگر آج بھی معاشرے میں وہ انقلاب برپا کر دیا جائے تو نسل انسانی سکھ کا سانس لے سکتی ہے۔ بعد نماز مغرب اسلامی تصوف کے موضوع پر رفقاء کرام کے مابین ایک مذاکرہ ہوا۔ جو نماز عشاء تک جاری رہا۔

(رپورٹ : محمد امین)

تنظیم اسلامی لاہور چھاؤنی کا ماہانہ
دعوتی اجتماع و شب بیداری پروگرام

تنظیم اسلامی کی انقلابی فکر کو عوام الناس تک پہنچانے کے لئے گاہے بگاہے دعوتی اجتماعات کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ اسی سلسلے کا ایک اجتماع ۱۳ ستمبر بروز ہفتہ مسجد انجمن خدام القرآن والٹن میں منعقد ہوا۔ نماز عشاء کے بعد امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد مدظلہ کا خطاب "تنظیم اسلامی کی دعوت" بذریعہ ویڈیو دکھانے کا اہتمام کیا گیا۔ دو گھنٹے پر مشتمل مدلل اور خطاب کے ذریعے تنظیم اسلامی کی دعوت سے روشناس کرایا۔ آپ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کا سب سے پہلا دینی فرض یہ ہے کہ وہ خود دین پر کاربند ہو۔ دوسرے مرحلے میں دین حق کی اسی دعوت کو اپنے عزیز و اقارب تک پہنچاتے ہوئے شہادت علی الناس کا فریضہ سرانجام دے۔ اسی دعوت کے نتیجے میں اکٹھے ہونے والے افراد کسی ایک جماعت کے امیر کے ہاتھ پر اقامت دین کی جدوجہد کرنے کے لئے بیعت کریں۔ جماعت سازی کا یہ طریقہ ماثور' مسنون اور منصوص ہے۔ جب ایسے لوگوں کی تعداد تقریباً دو لاکھ ہو جائے جو اپنی معاش اور معاشرت کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھال چکے ہوں تو پھر منظم اور پرامن طریقے سے باطل کو للکارا جائے اور اس للکار کے دو نتیجے متوقع ہیں یا تو واقعتاً اس کرۂ ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو جائے گا یا سب کے سب اللہ کی راہ میں شہادت کا درجہ حاصل کر لیں گے۔ گویا "جیت گئے تو کیا کہنے' ہارے بھی تو بازی مات نہیں"۔ خطاب کے بعد چائے کے وقفے کے دوران مشورے اور تبصرے جاری رہے۔ رات گیارہ بجے محمد اشرف وصی صاحب نے پروگرام کو آگے بڑھاتے ہوئے حافظ محمد اقبال صاحب کو "ایمان اور عبادت" کے موضوع پر دعوت خطاب دی۔ حافظ صاحب نے فرمایا کہ اگر ہمارا اللہ پر ایمان ہے تو اس کا لازمی تقاضا عبادت رب ہے۔ ہم اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان تو لاتے ہیں لیکن ان کے احکامات پر عمل پیرا نہیں ہوتے۔ اس طرح ماننا نہ ماننے کے برابر ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم اپنے دلوں میں شعوری ایمان پیدا کریں۔ بعد ازاں جناب فتح محمد قریشی نے "توکل" کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ انسان اپنے تمام معاملات اور ضروریات کو اللہ کے سپرد کر دے اور ہر حال میں راضی برضائے رب رہے۔ جتنا ایمان مضبوط ہو گا اتنا ہی توکل علی اللہ زیادہ ہو گا۔ جبکہ جتنا ایمان

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور
سی پی ایل نمبر : 127
جلد ۶ شمارہ ۳۵
سالانہ زر تعاون ـ /۱۲۵ روپے

پبلشر : محمد سعید اسعد طابع : رشید احمد چوہدری
مطبع : مکتبہ جدید پریس ـ ریلوے روڈ لاہور
مقام اشاعت : ۳۶ ـ کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون : ۵۸۶۹۵۰۱ ـ ۰۳

معاونین برائے مدیر :
○ مرزا ایوب بیگ ○ نعیم اختر عدنان
○ سردار اعجاز خان
نگران طباعت : شیخ رحیم الدین

کمزور ہو گا اتنا ہی توکل بھی کمزور ہو گا۔ بعد ازاں جناب اشرف وصی نے قرآنی آیات اور احادیث کی روشنی میں نہایت جامعیت کے ساتھ تنظیم اسلامی کے رفقاء کو باہمی ربط و تعلق قائم کرنے کی تلقین کی۔ رات ۱۲ بجے تک یہ پروگرام جاری رہا۔ صبح نماز فجر کے بعد حافظ محمد اقبال صاحب نے سورۃ الانفطار کی روشنی میں جزاو سزا کا قرآنی تصور پیش کیا۔ (رپورٹ : محمد عابد قریشی)

اسرہ سنت نگر کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی لاہور وسطی' حلقہ کی تمام تنظیموں میں نمایاں کارکردگی کی حامل تنظیم ہے۔ اس تنظیم کا فعال ترین اسرہ سنت نگر دعوتی حوالے سے اچھی کارکردگی کا حامل ہے۔ نقیب اسرہ جناب نثار احمد خان تحریکی مزاج کے آدمی ہیں اور ان پر ہروقت دعوت و تبلیغ کی دھن سوار رہتی ہے۔ وہ گاہے بگاہے علاقہ کی مساجد میں دروس قرآن کے پروگرام منعقد کرتے رہتے ہیں۔ حال ہی میں انہوں نے منتخب نصاب کے پانچ دروس تیار کئے۔ عظمت قرآن و مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق' آیہ بر' نبی اکرمؐ سے تعلق کی بنیادیں' سورۃ توبہ آیت نمبر ۲۴' فرائض دینی کا جامع تصور۔

موصوف نماز مغرب کے فوراً بعد مسجد میں درس قرآن کا اعلان کرتے ہیں۔ نماز کے بعد ایک گھنٹہ کا ماہانہ بنیادوں پر سلسلہ وار درس قرآن ایک مسجد میں مکمل کرتے ہیں۔ درس کے بعد سوال و جواب کی نشست منعقد ہوتی ہے۔ ایک مسجد میں سلسلہ درس مکمل ہونے کے بعد وہ دوسری مسجد کا رخ کرتے ہیں۔ پہلا درس بینک روڈ کی جامع مسجد مرکز اسلامی میں مکمل ہوا۔ نقیب اسرہ اسلام پورہ جناب حاجی نواز سیال صاحب نے خصوصی طور پر مسجد میں پروگرام کی اجازت لی۔ حاضرین کی تعداد ۵۰ کے قریب تھی۔ دوسرا پروگرام جامع مسجد فیض حنفیہ سنت نگر میں جاری ہے' جس میں احباب بھرپور شرکت کر رہے ہیں۔

(رپورٹ : مزمل احسن شیخ)

سانحہ ارتحال

رفیق تنظیم اسلامی کراچی ضلع جنوبی محمد تقی صاحب ۹ / اکتوبر کو انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے' انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے' آمین۔

سیمینار میں مستفسرین کے سوالات اور داعی تحریک کے جوابات

☆ جناب میر ظہور الدین چغتائی نے امیر تنظیم کے پر مغز خطاب کو نہایت فکر انگیز قرار دیتے ہوئے اور اس کے مندرجات سے مجموعی اتفاق کا اظہار کرتے ہوئے سوالیہ انداز میں یہ رائے ظاہر کی کہ نظام تعلیم کو درست کیا جانا از حد ضروری ہے۔ صحیح نظام تعلیم کے بغیر انقلاب کیسے آسکتا ہے؟

○ امیر محترم نے اس سوال کی مختصر وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ سال کے مختصر عرصے میں مشرکین عرب پر مشتمل ناخواندہ قوم میں دنیا کا عظیم ترین انقلاب برپا کر دیا تھا۔ چنانچہ آپؐ کا اسوۂ حسنہ ہی آج بھی ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اس کو اپنانے ہی سے اسلامی انقلاب آئے گا۔ جس کی تفصیل "منہج انقلاب نبوی" کے عنوان سے اس خطاب میں وضاحت سے سامنے آئے گی جو ۱۹/ اکتوبر کو الحمرا ہال میں ہو گا۔

☆ جناب قیوم نظامی نے کہا کہ "ڈاکٹر صاحب آپ نے بلاشبہ عالمانہ و فاضلانہ لیکچر دیا ہے" جس میں آپ نے قیام پاکستان کے محرکات کا جائزہ پیش کیا ہے۔ اس خطاب سے میرے علم میں بہت اضافہ ہوا ہے مگر پاکستان کے موجودہ مسائل جن میں کرپشن سرفہرست ہے کیسے حل ہوں گے؟ اس کی وضاحت فرمائیں۔ انہوں نے ڈاکٹر صاحب سے مطالبہ کیا کیونکہ موجودہ دور میں کلمہ حق کہنے کی وجہ سے آپ ملک کی قابل احترام شخصیت ہیں لہٰذا علماء میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

○ امیر محترم نے قیوم نظامی کے اس سوال کے جواب میں فرمایا کہ ملک کو اسلام کا گہوارہ نہ بنانے کے جرم عظیم کی وجہ سے ملک بے شمار مسائل کا شکار ہے۔ لہٰذا مسائل کے حل کے لئے ملک کو اسلام کا گہوارہ بنانے کے لئے ہمیں اسلامی انقلاب برپا کرنا ہو گا جس کے لئے ہمیں سیرت سے رہنمائی لینا ہو گی۔ ڈاکٹر صاحب نے نظامی صاحب کے سوال کے دوسرے حصے کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ علماء کی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے کے لئے علماء کے طبقے کی کوئی موثر شخصیت ہی زیادہ مفید ثابت ہو سکتی ہے جبکہ میں خود کو عالم دین نہیں سمجھتا میں محض خادم دین ہوں۔

☆ ڈاکٹر اے آر خالد نے پوچھا "غیر مذہبی قیادت" نے تو مذہب کے نام پر ملک حاصل کر لیا مگر مذہبی قیادت نے ملک کو کیوں نہیں سنبھالا؟ کیا یہ لوگ اسلامی نظام نافذ کرنے کے اہل ہیں؟

○ جناب خالد صاحب کے سوال کا جواب دیتے ہوئے امیر محترم نے فرمایا۔ پاکستان میں نفاذ اسلام میں ناکامی کی بڑی ذمہ داری ان مذہبی جماعتوں پر ہی عائد ہوتی ہے جنہوں نے اپنی صلاحیتیں انتخابی سیاست کی دلدل میں ضائع کر دیں۔

☆ جناب [illegible] صادق نے سوال کرتے ہوئے پوچھا کہ نظریاتی تشخص کو مضبوط کرنے سے کیا مراد ہے اور بھارت سے کن شرائط پر مفاہمت کی جانی چاہئے؟

○ ڈاکٹر صاحب [illegible] نے فرمایا [illegible] قرآن و سنت کی بالادستی کو غیر مشروط طور پر تسلیم کیا جائے اور قرارداد مقاصد کے منافی آئین کی دفعات کو دستور سے خارج کر دیا جائے' اس طرح ملک کا نظریاتی تشخص مضبوط کرنے کی راہ ہموار ہو جائے گی اس کے بعد بھارت کے ساتھ تجارت اور آمد و رفت میں سہولتیں حاصل کی جا سکتی ہیں۔

☆ علامہ شبیر بخاری نے امیر محترم کے خطاب کی تحسین کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کو مبارکباد دی اور ان کے پیش کردہ [illegible] کی تائید کے لئے [illegible] اہل علم و فکر کی کونسل کا حوالہ بھی دیا۔ علامہ صاحب کافی مفصل تبصرہ کی وضاحت کا انداز [illegible] تھا۔

☆ جناب [illegible] نے کہا کہ جس طرح موجودہ سرمایہ دارانہ نظام میں [illegible] قرضے لے کر لوگ کارخانوں کے مالک بن جاتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟ ساتھ ہی انہوں نے یہ وضاحت بھی کر دی کہ وہ شام کی نشست میں اس معاملے کی تفصیل سے زیر بحث لائیں گے۔

☆ جناب ضیاء [illegible] نے کئی بار کے اصرار کے باوجود امیر محترم سے کسی قسم کا سوال کرنے سے گریز کیا۔